ماہنامہ

تجدید نو

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیاتِ نو

جلد: ۶ —— شمارہ: ۷، ۸، ۹

جولائی، اگست، ستمبر ۱۹۹۱ء

بدل اشتراک

سالانہ زر تعاون: — ۲۰ روپے

خصوصی تعاون: — ۱۰۰ روپے

غیر ممالک سے: — ۲۰ امریکی ڈالر

اس شمارے کی قیمت: — ۵ روپے

فی شمارہ قیمت: — ۴½ روپے

مدیر مسئول

نور محمد فلاحی

مدیر

محمد اسمٰعیل فلاحی

معاون مدیر

عبد البر اثری فلاحی

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

: ترسیل زر کا پتہ :

دفتر ماہنامہ مجلہ حیاتِ نو جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۱۲۱

نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ، فیض آباد

نقوشِ حیاتِ نو

صفحہ

- **اداریہ**
  - میری سنو جو گوشِ حقیقت نیوش ہو — محمد اسمٰعیل فلاحی — ۳
- **مقالات**
  - قرآن صحیفۂ ہدایت — حافظ احسان الحق فلاحی — ۱۱
  - اسلام کے بارے میں غیر مسلم ذہن کی الجھنیں — جاوید علی — ۲۸
- **عظمت کے مینار**
  - عبد اللہ ابن عباسؓ — اقبال احمد قاسمی — ۴۸
- **تعلیم و تعلّم**
  - پیغام — مولانا ابو بکر اصلاحی — ۱۰
  - توجہ مطلوب ہے — عبد البر اثری فلاحی — ۵۰
- **شعر و نغمہ**
  - ارمغان تبریک — منصف سالارگوری — ۵۲
  - دُعا ، غزل — علی عابدی — ایم۔ اے شمیم گوگری — ۵۳
- **تعارف و تبصرہ**
  - دینی مدارس اور ان کے مسائل — عبد البر اثری فلاحی — ۵۷
- **اخبار علمیہ**
  - فراہی سمینار، عالمی کتاب میلہ — ابن المعمر فلاحی — ۵۴
- **جامعہ کے لیل ونہار**
  - ذمہ دارانِ جامعہ کی گرفتاری و رہائی۔ توسیعی لکچر — محمد اسمٰعیل فلاحی — ۶۴
- روداد — شوریٰ انجمن طلبہ قدیم — نور محمد فلاحی — ۶۱

میری سنو جو گوشِ حقیقت نیوش ہو

دھرم نام ہے کچھ بنیادی باتوں کے ماننے اور کچھ عقائد کو تسلیم کرنے کا۔ یہ چیز دل سے تعلق رکھتی ہے اور انسان اس معاملہ میں بالکل آزاد ہے۔ وہ کیا عقیدہ رکھتا اور اس کے نظریات کیا ہیں، اس معاملہ میں اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ عقائد نہ تو بندوق کی نال سے بدلے جا سکتے اور نہ زر و جواہرات سے خریدے جا سکتے ہیں۔ لوگوں نے زہر کے کڑوے کسیلے جام حلق سے اتار لیے ہیں لیکن اپنے عقیدے سے پھر جانا گوارا نہیں کیا۔ ع

زباں کو بند کریں یا مجھے اسیر کریں — مرے خیال کو بیڑی پہنا نہیں سکتے

وہ آدمی جسے پیسے سے خریدا جا سکتا یا تلوار سے جھکایا جا سکتا ہو، کسی کے بھی کام اور مطلب کا نہیں ہوتا لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۔ اس طرح کے افراد اپنے مطلب کے بندے اور اپنے مفاد کے غلام ہوتے ہیں۔ جدھر فائدہ نظر آتا ہے اُدھر کھسک جاتے اور لڑھک پڑتے ہیں۔ کبھی اس کیمپ میں اور کبھی اس کیمپ میں نظر آتے ہیں۔ ان کا مستقل کوئی مسلک نہیں ہوتا۔

اسلام نے اس سلسلہ میں بڑی واضح رہنمائی فرمائی ہے۔ قرآن کا اعلان ہے: "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۔ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" دین کے معاملہ میں جبر و اکراہ نہیں ہے۔ ہدایت اور گمراہی ایک دوسرے سے ممتاز ہو چکے ہیں۔ جو برضا و رغبت اور بسلامتی ہوش و حواس جس راہ کو اختیار کرنا چاہے کرے کوئی زور و زبردستی نہیں۔ معمولی آدمی بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ ایسا متلون، لالچی، بزدل اور مفاد پرست آدمی کس کے کام کا ہے؟ وہ کسی کے لئے مخلص نہیں ہو سکتا۔ جب تک سر پر تلوار ہے یا سامنے نوٹوں کی گڈیاں ہیں، اس وقت

اور اسی لمحے تک وہ زندہ رہے گا اور اس کی گردن خم ہوگی۔ اسلام تو لوگوں کی عقلوں سے اپیل کر، کائنات میں غور و فکر کی دعوت دیتا اور انسان سے خود اس کے اپنے اندرون میں اترنے اور جھانکنے کو کہتا ہے اور اپنے ملنے والوں کے طیب اخلاق کی شعاعیں بکھیرتا ہے۔ جس کی ضیا پاشیوں سے لوگوں کے دل مسحور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ایک راستہ سے نبیؐ روزانہ گذرتے ہیں۔ آپ کے اوپر کوڑا کرکٹ ڈال دیا جاتا ہے۔ کوڑا کرکٹ ڈالنے والے کے بیمار پڑنے پر آپ عیادت کو تشریف لے جاتے ہیں اور اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ ایک بڑھیا اپنا سامان لئے مکہ کی شہر چھوڑنا چاہتی ہے، سامان وزنی ہے، اٹھتا نہیں۔ اس کی مطلوبہ جگہ پر وہ سامان پہونچا کر پیغمبر کہدیتے جب آپ واپس ہوتے ہیں تو وہ نصیحت کرتی ہے کہ بیٹا دیکھو ایک شخص ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کے بہکاوے میں نہ آجانا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ وہ شخص یہی نوجوان ہے تو اس کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔ زیدؓ بن حارثہ کو واپس لینے ان کے ابا اور چچا آتے ہیں، آپ انہیں جانے کا اختیار دے دیتے ہیں وہ ساتھ جانے سے انکار کر دیتے ہیں آخر کونسا یہ سب کس تلوار کا کرشمہ تھا؟ کس دولت کی گرم بازاری تھی؟ حضورؐ کے اخلاق کریمانہ کے علاوہ کچھ تھا جس کے سب اسیر ہوتے چلے گئے؟

جامعۃ الفلاح ان ہی اعلیٰ قرآنی تعلیمات اور آپ کی پاکیزہ و مطہر سیرت کی بنیاد پر ایک مثالی مسلمان ستھرا معاشرہ وجود میں لانے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ یہاں دو بچے زیر تعلیم تھے۔ ایک بچہ اور ایک بچی۔ بچی کو اس کے والد حبیب اللہ مرحوم نے داخل کیا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد بچی نے اپنے بھائی کو بھی مدرسہ اور جامعہ میں یہاں منتقل کرا لیا۔ باپ نو مسلم تھے۔ پورا گھرانہ کئی سال قبل مسلمان ہوا تھا۔ ان کے اسلام لانے کے دستاویزی ثبوت موجود ہیں۔ باپ کے مرنے کے ایک عرصہ بعد مایا چودھری نامی ایک عورت نے جو اپنے کو ان بچوں کی ماں کہتی ہے۔ ان بچوں کو پولیس کے ذریعہ جامعہ سے واپس لینے کی کوشش شروع کر دی۔ بچے ساتھ جانے کو تیار نہیں ہوئے۔ پولیس نے ان بچوں کو حاصل

کرنے کے لئے جامعہ دوڑنا اور ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا۔ بچوں نے پولیس کے سامنے بار بار بیان دیا کہ وہ اس عورت کے ساتھ نہیں جا سکتے۔ بار بار پولیس کی آمد اور دھمکیوں کا نتیجہ شاید یہ نکلا کہ ایک روز دونوں "تنگ آمد بجنگ آمد" کے مصداق جامعہ سے رخصت لے کر چلے گئے اور پھر واپس نہیں لوٹے۔ دنیا میں کوئی ایسا ادارہ نہیں جہاں بچے باندھ کر رکھے جاتے ہوں لیکن اس کے باوجود ہمارے ناظم جامعہ، صدر جامعہ، نگراں اعلیٰ اور رجسٹرار وانچارج شعبہ کے چند معزز افراد کے خلاف سخت دفعات لگا کر ایک کے علاوہ سب کو پس دیوار زنداں دھکیل دیا گیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ان کے بعد جامعہ کے ذمہ داران نے جامعہ کو ڈوبنے سے سنبھال لیا ہے۔

جامعۃ الفلاح کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ یہاں ہندوؤں کے نابالغ بچوں کو پکڑ پکڑ کر زبردستی مسلمان بنایا جاتا ہے۔ اشتعال انگیز ہینڈ بل تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ اخبارات میں بھی غلط خبریں دی جا رہی ہیں۔ صحیح خبریں نہیں آ رہی ہیں۔ اس سارے معاملے کے پیچھے ایک مخصوص پارٹی کے افراد پیش پیش ہیں جو فرقہ پرستی پھیلا کر فضا کو مسموم کرنے کی ناپاک اور گھناؤنی حرکتوں میں مصروف ہیں۔

جامعۃ الفلاح کوئی ایسا ادارہ نہیں کہ ہم اس کا تعارف کرائیں۔ اس کا تعارف کرانا یا اس کی برأت کا اظہار کرنا ایک سعی لاحاصل اور ضیاع وقت کے سوا اور کیا ہے؟ اس پر انگلیاں اٹھانا سورج پر تھوکنا ہے جس کا انجام ظاہر ہے۔ جامعۃ الفلاح ظلمت کدہ ہند کی تیرہ و تاریک رات میں روشنی کا ایک مینارہ، مایوسیوں کے اس ہجوم میں امید کی ایک کرن، سسکتی بلکتی انسانیت کے دکھوں کا مداوا اور اس کے زخم پنہاں کا علاج ہے۔ اس جامعہ نے تھوڑی ہی مدت میں علاقہ کے غیر مسلموں کے دلوں میں بھی اپنی جگہ بنائی ہے۔ وہ اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے اور اس پر اعتماد رکھتے ہیں۔ یہ علاقہ امن و سکون کا گہوارہ ہے۔ ہندو مسلمان باہم مل جل کر رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے جامعہ کے خلاف اس طوفان بدتمیزی کو نہ صرف یہ کہ کوئی اعتنا نہیں کیا اور ان خرافات کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ ان میں سے بہت سے لوگ اس کے آگے سینہ سپر ہو گئے اور ہندو مسلم تصادم کی سازش کامیاب نہ ہو سکی۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اس کے پیچھے سیاسی مقصد برآری کے سوا کچھ نہیں۔ حق و انصاف کی بات ہوتی تو پلڑا ایک جیسا۔

یہاں متعدد چارہے ہیں۔ مثلاً اس معاملہ میں جامعہ کے خلاف یہ ہنگامہ دار و گیر دوسری جانب ایک سرپھرا چھچھورا پوز (اعظم گڑھ) میں اسلام سے پھر جاتا ہے (ہم تو کہتے ہیں کہ وہ مسلمان تھا ہی کب اور ایسے سب لوگ پھر جائیں تو اچھا ہے۔ خس کم جہاں پاک) اس کے ساتھ کیا اعزاز ہوتا ہے اخبارات دیکھیے کس کی پشت پناہ ہوتی اور اس کی مسلمان بیوی کو کس طرح تنگ کیا جاتا ہے۔ یا مثلاً نماری (اعظم گڑھ) ہی کے واقعہ کو لیجیے۔ ایک جوڑے کو گرفتار کیا جاتا ہے۔ لڑکی نومسلم ہے۔ عدالت میں بیان دیتی ہے کہ اسے بھگایا نہیں گیا دونوں بالغ ہیں۔ اپنی مرضی اور والدین کی رضا سے سالوں پہلے یہ شادی ہوئی ہے۔ لیکن عدالت لڑکی کو ناری نکیتن اور لڑکے کو جیل بھیج دیتی ہے۔ کیا لوگ اندرا گاندھی کی فیروز گاندھی سے اور راجیو گاندھی کی اطالوی عیسائی لڑکی سے شادی کو بھول گئے ہیں۔ انھیں تو کسی عدالت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ یا مثلاً آندھرا پردیش کی امینہ کی کرسچن کی شادی، پر چیخ و پکار اور ابھی آندھرا کی دوسری خاتون کو ننگا کرکے گشت کرایا جاتا اور زد و کوب کیا جاتا لیکن اس پر مکمل خاموشی۔

جامعہ کے خلاف یہ ہنگامہ آرائی کوئی اتفاقی واقعہ نہیں ہے۔ دینی اداروں کے خلاف ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندگی سازش کا نتیجہ ہے۔ جامعۃ الفلاح ابھی پہلا نشانہ ہے دراصل یہ خطرے کا ایک الارم ہے۔ کب کسی اور وقت کا انتظار ہے جب ہمارے دینی اداروں کے ذمہ داران اپنے اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ایک جگہ بیٹھیں گے اور کوئی ٹھوس لائحہ عمل تجویز کریں گے۔ یہی ان کے وجود کے بقا کی ضمانت اور ملت اسلامیہ کے مفاد کا تقاضا ہے۔

مولانا محمد یوسف صاحب سابق امیر جماعت اسلامی ہند ۲۷ جولائی ۱۹۹۱ء کو ۸۲ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ سات ماہ کے مختصر عرصہ میں تحریک اسلامی ہند کو یہ دوسرا شدید جھٹکا لگا۔ مولانا محمد یوسف مرحوم تحریک اسلامی ہند کے دوسرے سب سے اہم ستون سمجھے جاتے تھے۔ مولانا ابواللیث مرحوم کے بعد سب سے زیادہ انھوں نے جماعت اسلامی ہند کی قیادت کی شمع کی طرح پگھلتے رہے اور تحریک کی شمع کو فروزاں رکھا۔

مولانا محمد یوسف مرحوم نے ۱۹۴۸ء میں جماعت اسلامی ہند کی تشکیل جدید کے بعد سے ۱۹۵۶ء تک قیم جماعت (جنرل سکریٹری) اور ۱۹۷۲ء سے ۱۹۸۱ء تک امیر جماعت

کی حیثیت سے جماعت کی خدمات انجام دیں۔ مرحوم لمبے عرصہ سے بیمار چل رہے تھے دھر کئی سالوں سے صاحب فراش ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود تحریکی سرگرمیوں سے کبھی بے خبر نہیں رہے۔ انھیں انگریزی پر بھرپور عبور حاصل تھا۔ عربی زبان بھی اچھی طرح سمجھتے اور بول لیتے تھے۔ وہ الہ آباد ہائی کورٹ میں جج منٹ رائٹر تھے۔ انگریزوں کے موقع پر ترنگا جھنڈے کو سلامی دینا گوارا نہیں ہوا اور ملازمت سے مستعفی ہو گئے اس کے بعد سے تادم واپسیں تحریک کے لئے وقف رہے۔ جوانی کی توانائیاں ہوں یا بڑھاپے کی سوکھی اور ڈھیلی ہڈیاں ایک ایک قطرہ نچوڑ کر رکھ دیا۔

میری آنکھوں کے سامنے چند حسین یادیں وابستہ ہیں جو گزرے ہوئے دنوں کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ وہ معمولات کے سخت پابند تھے سادگی سنجیدگی اور احتیاط ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ ایک بار ہاسن (کرناٹک) تشریف لائے۔ ہاسن کے رفیق اکبر خان صاحب کے والد بزرگوار جناب امام خان صاحب مرحوم نے اپنے گھر دعوت کا اہتمام کر رکھا تھا۔ اس روز انکی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی کہ امیر جماعت کی میزبانی کا شرف حاصل ہو رہا تھا۔ لیکن کسی وجہ سے یہ حضرات تاخیر سے پہنچے۔ سب نے کھانا کھایا لیکن جس کے لئے یہ بارات سجی تھی وہی دسترخوان پر نظر نہیں آیا۔ بتایا گیا مرحوم کے کھانے کا وقت نکل چکا ہے۔ وہ اپنے اوقات کے بڑے پابند ہیں۔ کھانے تک کے جو اوقات ہیں ان کا بھی بڑا خیال رکھتے ہیں۔ اسی سفر میں حاجی عبدالسلام صاحب کے یہاں کھانے پر سب مدعو تھے۔ مولانا عبدالقدیر اصلاحی، عبداللطیف صاحب (بھیاں)، اکبر خان صاحب، عبدالغفار سوز صاحب اور دوسرے احباب اور غالباً موجودہ امیر جماعت بھی، بزم یاراں شباب پر تھی۔ برادرم عبدالغفار سوز صاحب بڑے پرمزاح اور باغ و بہار شخصیت کے مالک ہیں۔ مجلس میں موجود تھے۔ امیر محترم کی شخصیت کا احترام ملحوظ تھا پھر بھی مجلس کا رنگ کچھ اتنا سب سا ہو گیا۔ مولانا عبدالقدیر اصلاحی جیسے کسی سے کچھ نوک جھونک ہونے لگی عبدالغفار صاحب بول اٹھے "دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی" کوئی ہنسی ضبط نہ کر سکا لیکن مولانا مرحوم کی سنجیدگی اور متانت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

مجھے خوب یاد ہے۔ وہ ۱۹۷۶ء کی کوئی ۳ تاریخ تھی۔ مجھے مولانا محمد یوسف مرحوم سے

ایک سفارشی خط کی ضرورت تھی۔ مولانا مرحوم مجھ سے ناواقف تھے۔ استاذ محترم مولانا جلیل احسن ندوی نے مجھے اشارہ کیا اور ایک تحریر دی اور حکیم محمد ایوب صاحب امیر جماعت اسلامی بمراگج نے بھی براہ راست سفارشی خط لکھ کر دیا۔ میں جلدی قریہ پہنچا۔ امیر محترم سے ملا انھوں نے ایک تحریر دی جس میں میرا نام لکھنے کے بعد چھپا ہوا تھا "لا اعرفہ شخصیاً" میں انھیں شخصی طور سے نہیں جانتا ہوں بلکہ مجھے ان لوگوں نے بتایا ہے جن پر مجھے اعتماد ہے۔ مجھے یہ تحریر پسند نہیں آئی جس نے بھی دیکھا مذاق بنایا۔ چہ جائیکہ یہ تحریر مفید مطلب ہوتی، پہلا ہی جملہ "لا اعرفہ شخصیاً" مخاطب کو بدکانے والا تھا۔ میں سمجھتا تھا اور سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ محتاط تحریر لکھی جا سکتی تھی جس سے کام بھی بنتا مخاطب بدکتا بھی نہیں اور جو تقویٰ اور احتیاط کے منافی بھی نہیں ہوتی۔ لیکن بہرکیف اس واقعہ میں مولانا مرحوم کی اصول پسندی اور غایت درجہ احتیاط دیکھی جا سکتی ہے۔

مولانا مرحوم کی امارت میں جماعت کے دو کل ہند اجتماعات ہوئے۔ ایک نومبر [illegible] میں دہلی میں، دوسرا فروری [illegible] میں حیدرآباد میں۔ مولانا مرحوم کے زمانہ امارت میں ایمرجنسی کی مصیبت اور طویل پابندی بھی مسلط ہوئی۔ جماعت کا رکن دوسروں کے ساتھ جیلوں میں ٹھونس دیئے گئے اور یہی وہ موقع تھا کہ جماعت بیک جست کئی منزل آگے بڑھ گئی۔

مرحوم سمجھانے بجھانے اور تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

بات ہے اسی مقدم الذکر سفر کے دوران ایک رفیق کے گھر بیت الخلاء سے واپس آئے۔

بیت الخلاء میں طہارت کے لئے بالٹی رکھی تھی اور پانی نکالنے کے لئے لوٹا بالٹی کے بجائے نیچے رکھا تھا۔ بڑے خوبصورت انداز میں فرمایا۔ بالٹی سے پانی نکالنے کے لئے بالٹی میں کوئی مگ وغیرہ ہونا چاہئے؟ کبھی کبھی طہارت کے آداب سے ناواقف اور غیر محتاط لوگ نیچے رکھے ہوئے برتن کو بالٹی میں ڈال دیتے ہیں جس سے پورا پانی خراب ہو جاتا ہے۔

ملاقات ہونے پر خیریت دریافت کرنا، ڈھیر ساری دعائیں دینا اور نصیحت کرنا مولانا کا معمول تھا۔ تسبیح و تہلیل اور اذکار و اوراد سے زبان تر رہتی۔ سعد ان فال فال لوگوں

میں تھے جنہیں دیکھ کر خدا یاد آتا، آخرت تازہ ہو جاتی اور انسان تھوڑی دیر کے لئے دنیا کو بھول جاتا۔ وہ بھی مدتوں یاد آیا کریں گے۔

خدا غریق رحمت کرے اور مرحوم پسماندگان کو ان کا بہترین بدل بننے کی توفیق دے۔

دعوت پچھلے دنوں صدر مدرس دارالعلوم دیوبند جناب مولانا معراج الحق صاحب قاسمی کی وفات بھی ہم ابنائے فلاح طلبہ و اساتذہ کے لئے انتہائی غم و اندوہ کا باعث بنی۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

مولانا معراج الحق قاسمی مرحوم سنہ ۱۹۱۰ء میں کوٹلہ دیوبند میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد [illegible] میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور [illegible] میں فراغت پائی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد بمبئی اور گلبرگہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ [illegible] میں دارالعلوم دیوبند میں استاد مقرر ہوئے۔ فقہ، تفسیر اور حدیث و ادب کی اہم کتابیں آپ کے زیر درس رہیں۔ مختلف وقتوں میں طلبہ کی نگرانی اور نائب ناظم کی خدمات بھی سپرد ہوئیں۔ [illegible] میں صدر مدرس بنائے گئے اور اسی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

دعا ہے کہ اللہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کی ذات سے پیدا ہونے والے خلا کو پُر فرما دے۔

بقیہ: پیغام

(۷) تمام جد و جہد میں نظر اجر آخرت پر رکھنی چاہئے متاع دنیا کو حقیر کا سمجھنا چاہئے۔ اور اجر آخرت کو متاع دنیا پر ترجیح دینا آپ کا شیوہ ہونا چاہئے

(۸) کامیابی و کامرانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور غرور و تکبر کو قریب نہیں پھٹکنے دینا چاہئے۔

(۹) حصول مقصد کی راہ میں انتھک جد و جہد کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہئے کہ یہی کامیابی کی اصل کنجی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو دین کی راہ پر چلائے خدمت دین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے اور آپ کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرے۔ آمین!

ابوبکر اصلاحی
صدر مدرس جامعۃ الفلاح

پیغام

مصباح العلوم چوکونیاں بستی کے صدر مدرس مولانا مشتاق احمد فلاحی کی طلب پر یہ پیغام صدر مدرس مولانا ابوبکر اصلاحی صاحب نے بھیجا۔ افادہ عام کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

عزیز گرامی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط موصول ہوا اور یہ معلوم کرکے مسرت ہوئی کہ آپ اپنے ادارے (مصباح العلوم) کا میگزین نکال رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے خوب سے خوب تر بنا کر نکالنے کی توفیق عطا فرمائے، ناظرین کیلئے مفید سے مفید تر بنائے اور ادارے کے لئے نیک نامی کا ذریعہ بنائے آمین۔

آپ نے اس کے لئے پیغام مانگا ہے آپکی طلب پر میرا پیغام ہے کہ:-

(۱) اساتذہ کرام اور کارکنان مدرسہ کو مدرسہ کا نصب العین ہمہ وقت اپنے پیش نظر رکھنا چاہئے اور اسے اپنے ذہن و دماغ میں پیوست رکھنا چاہئے ایسا پیوست کہ کبھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے اور اساتذہ وکارکنان کو اس کے حصول کے لئے سرگرم رکھے۔

(۲) اساتذہ وکارکنان کو ایک ٹیم بن کر کام کرنا چاہئے ایسی ٹیم "کانھم بنیان مرصوص" گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں اور مسلسل چوکنا رہنا چاہئے کہ ان کے اندر کسی طرح کا کوئی اختلاف وانتشار راہ نہ پائے۔

(۳) تمام ہی اساتذہ وکارکنان کو باہم ایک دوسرے کا مخلص، ہمدرد اور بہی خواہ ہونا چاہئے تاکہ اس ٹیم کے اندر کوئی شگاف نہ پڑنے پائے جس سے شیطان کو در آنے کا موقع مل جائے۔

(۴) اساتذہ وکارکنان کو ہمیشہ انفرادی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دینا چاہئے۔

(۵) اساتذہ وکارکنان کو طلبہ کا حد درجہ مخلص و بہی خواہ ہونا چاہئے اور ان کے اندر ہر آن یہ تڑپ رہنا چاہئے کہ انھیں زیادہ سے زیادہ علمی فائدہ پہونچائیں اور انھیں قرآن وسنت کا جیتا جاگتا نمونہ بنا دیں۔

(۶) خادمان دین کو وسیع النظر اور وسیع القلب ہونا چاہئے اور تنگ دلی وتنگ نظری کو قریب نہیں پھٹکنے دینا چاہئے۔

(۷) ہمیشہ اجر آخرت کو متاع دنیا پر ترجیح دینا چاہئے۔

(بقیہ صفحہ ۹ پر)

مولانا حافظ احسان الحق فلاحی

قرآن — صحیفۂ ہدایت

تمام مسلمانوں کا اس بات پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں اور ہر قوم میں انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ انسانوں کے لئے ایسا ہدایت نامہ بھیجتا رہا ہے جس پر عمل کرکے انسانیت دنیا اور آخرت میں سرخرو اور کامیاب ہوتی رہی ہے اور جس کو ٹھکرا کر ہمیشہ کی تباہی وبربادی سے دوچار ہوتی رہی۔

اس ہدایت نامہ کی آخری اور مکمل شکل قرآن کریم ہے۔ جو تا قیامت پوری دنیا کے انسانوں کے لئے سرچشمہ ہدایت اور زندگی گذارنے کا مکمل نظام ہے اور جو انسانیت کو در پیش پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل ومشکلات کا عادلانہ ومنصفانہ حل پیش کرتا ہے۔ جو اتنا جامع ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ زندگی کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں قرآن خاموش ہو۔ لیکن یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو وہ مقام نہیں دیا۔ جس کی یہ حقدار ہے۔ صرف بغیر سمجھے قرآن کی تلاوت کو کافی سمجھ لیا گیا۔ اس سے زیادہ اگر اس کی قدر کی گئی تو مرحومین کے ایصال ثواب کی خاطر زیادہ سے زیادہ اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔

قرآن کے تعلق سے مسلمانوں میں یہ خیال عام ہے کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے اور نہ ہی یہ ہمارے لئے ضروری ہے۔ اگر ہم قرآن سمجھ کر پڑھیں گے تو گمراہ ہو جائیں گے، یہ ہے قرآن کے تعلق سے عام مسلمانوں کا خیال۔ رہا علماء کا

طبقہ تو تقریباً قرآن کے تعلق سے اس کا یہی نقطۂ نظر ہے کہ قرآن ہمارے سمجھنے کی چیز ہی نہیں ہے۔ ہمارے اسلاف نے جیسا کچھ قرآن کو سمجھا ہے ہمیں اسی کے مطابق چلنا چاہیئے۔ ہمیں اس کا حق ہی نہیں پہونچتا کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی جرأت کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی مدارس میں منطق، فلسفہ، کلام اور فقہ کی تعلیم پر حد سے زیادہ توجہ صرف کی جاتی ہے۔ لیکن قرآن مجید کی تعلیم محض تبرک کے طور پر برائے نام دی جاتی ہے۔ حالانکہ قرآن کچھ عبقری شخصیتوں کو نہیں بلکہ تمام انسانوں کو خطاب کرتا ہے۔ اس کے چشمہ صافی سے جہاں اونچی سطح کے لوگ سیراب ہو سکتے ہیں وہیں معمولی سطح کے لوگ بھی اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں۔

قرآن حکیم کے تعلق سے علماء اور عوام کی اس غفلت کو دور کرنے قرآن کا صحیح مقام اور مرتبہ واضح کرنے کے لئے یہ مضمون تیار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حقیر کوشش قبول فرمائے اور تمام مسلمانوں کو بالخصوص اہل علم حضرات کو اس بات کی توفیق بخشے کہ وہ قرآن کو سمجھ کر پڑھیں اس کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کریں اور تمام انسانوں تک اس کتاب ہدایت کی تعلیمات کو پہونچائیں۔

وما توفیق الّا باللہ

امت کا عروج و زوال قرآن ہی سے وابستہ ہے :-

قرآن اور حدیث کے مطالعہ سے یہ حقیقت پورے طور سے واضح ہوتی ہے کہ اگر قرآن سے تعلق مضبوط کیا جاتا ہے۔ اس کے تقاضوں کے مطابق زندگی گذارنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کے پیش کردہ نظام حیات کو دنیا میں نافذ کرنے کے لئے جدوجہد کی جاتی ہے تو اللہ کی نصرت و تائید مسلمانوں کے ساتھ ہوتی ہے اور اللہ مسلمانوں کو عزت و اقتدار سے ہمکنار کرتا ہے۔ ان کے لئے ترقی کی راہیں کھولتا ہے۔ لیکن اگر قرآن سے بے توجہی برتی جاتی ہے۔ اس کی تعلیمات سے منہ موڑا جاتا ہے اس کے تقاضوں کو پس پشت ڈالدیا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسوا کن

عذاب نازل ہوتا ہے۔ شان و شوکت اور عزت و اقتدار سب کچھ چھن جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع بہ آخرین (مسلم)

اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعہ بہتوں کو اونچا اٹھاتا ہے اور بہتوں کو نیچے گراتا ہے

یعنی جو لوگ اس کا حق ادا کرتے ہیں انھیں اونچا اٹھاتا ہے اور جو لوگ اس کی ناقدری کرتے ہیں ان کو ذلت اور رسوائی سے دوچار کرتا ہے۔

آپ پوری اسلامی تاریخ دیکھ ڈالیں آپ پر یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ دور اول کے مسلمانوں نے جب قرآن کے تقاضوں کو پورا کیا اس کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھال لیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں کس بلند مقام پر کھڑا کیا۔ اس وقت کی سپر طاقتیں ان کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوئیں پھر جب مسلمانوں کا رویہ قرآن کے تعلق سے بدلنے لگا تو مسلمان اس عظیم نعمت سے بھی محروم ہوتے چلے گئے اور ذلت و رسوائی ان کا مقدر بنی۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

امت کا اختلاف قرآن سے بے تعلقی کا نتیجہ ہے :-

کسی قوم کی تعمیر و ترقی کا راز مکمل اتحاد و اتفاق میں ہوتا ہے۔ جتنا ہی زیادہ اتحاد ہوگا اتنا ہی قوم آگے بڑھے گی، ترقی کے مراحل طے کرے گی اور جس قوم کا اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے وہ قوم پستی و انحطاط سے دوچار ہو جاتی ہے۔ دنیا کی کوئی قوم اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں رہی۔ آج مسلمانوں میں اتحاد کی زبردست کمی پائی جاتی ہے۔ بیشمار مذہبی فرقے اور سیاسی پارٹیاں وجود میں آگئی ہیں۔ ایک فرقہ دوسرے فرقے کو مسلمان کہنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملت اسلامیہ کا شیرازہ پورے طور سے بکھرا ہوا ہے اور ملت اسلامیہ اسلام کی تعمیر و ترقی میں کوئی مثبت کردار ادا نہیں کر پا رہی ہے۔ اتحاد و اتفاق کا یہ فقدان قرآن کو پس پشت ڈال دینے کا نتیجہ

ہے جب تک کہ قرآن سے گہرا لگاؤ نہیں پیدا ہوگا امت مسلمہ اتحاد و اتفاق کی نعمت سے محروم رہے گی۔ سورۂ آل عمران کی درج ذیل آیت میں اتحاد کے اسی سرچشمے کی نشاندہی کی گئی ہے۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ الآیۃ

"تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں مت پڑو اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا، تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔"

اس آیت میں اللہ کی رسی سے مراد قرآن کریم ہے۔ دورِ اول کے مسلمانوں میں اتنا زبردست اور عدیم المثال اتحاد قرآن کریم ہی کے طفیل پیدا ہوا ورنہ اسلام سے پہلے پورا عرب انتشار کا شکار تھا۔ عرب کے قبائل باہم ایک دوسرے سے لڑ کر کٹ مر رہے تھے۔ معمولی معمولی باتوں پر چالیس چالیس سال تک بلکہ پورے سو سو سال تک جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ جب رسولؐ کی بعثت ہوئی تو لوگ جیسے جیسے قرآن کے جھنڈے تلے آتے گئے اپنے لڑائی جھگڑوں اور پرانی عداوتوں کو ختم کر کے امت کی وحدت میں گم ہوتے چلے گئے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ امت مسلمہ قرآن سے اپنا تعلق مضبوط سے مضبوط تر کرے تاکہ اس کی صفوں میں زبردست اتحاد پیدا ہو۔ جس کے بغیر آج یہ غیر موثر ہو کر رہ گئی ہے۔

قرآن سے غفلت برتنے کا اُخروی انجام

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو کتاب ہدایت عطا کرتا ہے۔ تو اس قوم کی ذمہ داریاں بہت زیادہ بڑھ جاتی ہیں کتاب پر عمل کرنے کے نتیجے میں اس قوم کا اللہ تعالیٰ سے زبردست معاہدہ

ہوتا ہے کہ وہ اس کتاب کا پورا پورا حق ادا کرے گی اس کی طرف سے غفلت اور کوتاہی نہیں برتے گی۔ لیکن جب وہ قوم اس معاہدے کو توڑ دیتی ہے اور کتاب الٰہی سے بے نیاز ہو جاتی ہے تو دنیا میں ذلت و رسوائی کی شکل میں اس کو سخت ترین سزا ملتی ہی ہے آخرت میں بھی ہمیشہ ہمیش کے لئے دردناک عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے قرآن مجید نے ہمارے سامنے بنی اسرائیل کے عروج و زوال کی پوری تاریخ رکھ دی ہے جسے پڑھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب الٰہی نے انہیں کس عظیم مرتبے پر فائز کیا تھا اور پھر اسی کتاب نے انہیں دنیا میں بھی تباہی و بربادی کے کھنڈر میں گرا دیا اور آخرت کی تباہی کا بھی موجب بنی۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا القرآن حجۃ لک او علیک یعنی قرآن یا تو تمہارے حق میں دلیل ہوگا یا تمہارے خلاف دلیل بنے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کرو گے تو آخرت میں تمہاری سفارش کرے گا اور مغفرت کا سبب بنے گا۔ اور اگر تم اس کو پس پشت ڈال دو گے تو اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے خلاف مقدمہ دائر کر کے تباہی و بربادی کے گڑھے میں گرا دے گا۔

سورۂ طٰہٰ کی درج ذیل آیات بھی اسی حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیامۃ اعمی قال رب لم حشرتنی اعمی وقد کنت بصیرا قال کذالک اتتک آیاتنا فنسیتہا وکذالک الیوم تنسی۔
(آیات ۱۲۴، ۱۲۶)

اور جو میرے ذکر (درس نصیحت) سے منہ موڑے گا۔ اس کے لئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے وہ کہے گا پروردگار دنیا میں تو آنکھوں والا تھا۔ یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں اسی طرح تو ہماری آیات جبکہ وہ تیرے پاس آئی تھیں تو نے بھلا دیا تھا اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے۔

رسول اللہ کا ارشاد ہے۔ قیامت کے دن تین چیزیں اللہ کے عرش کے نیچے پکار پکار کر کہیں گی کہ جس نے مجھے کاٹا اللہ بھی اسے کاٹے اور جس نے مجھے جوڑا اللہ اسے جوڑے۔ ان میں سے ایک قرآن ہوگا دوسرا رشتہ اور تیسری چیز امانت ہوگی۔

قرآن ہی ہدایت کا واحد سرچشمہ ہے :-

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور پیدا کر کے یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ہر طرح کی صلاحیتیں دیں نعمتیں عطا کیں تاکہ انسان خیر و عافیت کے ساتھ زندگی بسر کرے اور ہر طرح کی پریشانیوں سے محفوظ رہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کا ذمہ بھی خود لیا ہے اور یہ اسی کی ذمہ داری ہے کہ وہ انسانوں کی صحیح رہنمائی کرے بے راہ روی اور ہر طرح کی بے اعتدالیوں سے اسے محفوظ رکھے۔ سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت ساری نعمتیں گنائیں اس کے بعد فرمایا :

وعلی اللہ قصد السبیل	اور اللہ ہی کے ذمہ ہے سیدھا راستہ بتانا
ومنها جائر ولو شاء لهداكم	جبکہ راستے ٹیڑھے بھی موجود ہیں اگر وہ چاہتا
اجمعين (النحل : ۹)	تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔

مطلب یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ انسان کو ساری نعمتیں عطا کرے اسی طرح اس کی ذمہ داری یہ بھی تھی کہ وہ انسانوں کو صحیح راستہ بتائے تاکہ انسان ابدی سعادت سے ہم کنار ہو سکے۔

آج دنیا گمراہی اور بے راہ روی میں مبتلا ہے۔ نئے نئے نظریات اور مذاہب دنیا میں وجود میں آ رہے ہیں۔ کامیابی اور امن و سلامتی کے لئے نئے نئے قوانین وضع کئے جا رہے ہیں۔ لیکن ان سب کے باوجود انسان اپنی زندگی کا سفر تاریکی ہی میں طے کر رہا ہے ہر طرح سے ٹھوکریں کھا رہا ہے اور حقیقی امن و سکون سے محروم ہے۔

قرآن کریم اپنے آنے کا مقصد بھی یہ بتاتا ہے کہ انسان کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے۔ دنیا سے بے راہ روی ظلم اور جارحیت کا خاتمہ کر دے، انسانیت کے شعبۂ زندگی میں صحیح رہنمائی کرے تاکہ انسان شقاوت اور بدبختی سے محفوظ رہتے ہوئے کامیابی کے ساتھ اپنا سفر حیات طے کر سکے۔ بطور مثال درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

الر ۔ كتاب انزلناه اليك لتخرج الناس من الظلمات الى النور باذن ربهم الى صراط العزيز الحميد (ابراہیم ۱)	الف ۔ لام ۔ را، اے محمد یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ ان کے رب کی توفیق سے اس خدا کے راستے پر جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔
ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم ويبشر المؤمنين الذين يعملون الصالحات ان لهم اجرا كبيرا وان الذين لا يؤمنون بالآخرة اعتدنا لهم عذابا اليما (بنی اسرائیل ۹)	حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں انہیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے۔ اور جو لوگ آخرت کو نہ مانیں انہیں یہ خبر دیتا ہے کہ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔"
يا ايها الناس قد جاءكم برهان من ربكم وانزلنا اليكم نورا مبينا فاما الذين آمنوا بالله واعتصموا به فسيدخلهم في رحمة منه وفضل ويهديهم اليه صراطا مستقيما (النساء ۱۷۴-۱۷۵)	لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل روشن آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے اب جو لوگ اللہ کی بات مان لیں اور اس کی پناہ ڈھونڈیں گے ان کو اللہ اپنی رحمت اور اپنے فضل و کرم کے دامن میں لے لے گا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ ان کو دکھا دے گا۔
..... قد جاءكم من الله	تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آ گئی

نور وکتاب مبین یھدی به الله من اتبع رضوانه سبل السلام ویخرجھم من الظلمات الی النور باذنه ویھدیھم الی صراط المستقیم

(المائدة ۱۶-۱۵)

ہے اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

..... ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء وھدی ورحمة وبشری للمسلمین

(النحل : ۸۹)

..... اور ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کر دی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے اور ہدایت ورحمت اور بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔

شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان (الآیة)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔

مندرجہ بالا آیتیں اگر بغور پڑھی جائیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی کہ اس دنیا میں صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو انسانیت کو سیدھی راہ دکھا سکے اور ان کے مسائل و معاملات میں صحیح رہنمائی کر سکے۔ اور لوگوں کو حقیقی امن وسلامتی اور دنیا و آخرت کی سعادتوں سے ہمکنار کر سکے۔ اس کے علاوہ کسی اور کتاب کو یہ مقام اور حیثیت حاصل نہیں ہے اور نہ کسی انسان کے لئے جائز ہی ہے کہ وہ خدا کی زمین پر رہتے ہوئے اس کی دی ہوئی نعمتوں اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس

کی کتاب سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کرے۔

نیچے دو روایتیں درج کی جاتی ہیں جو قرآن کی فیض بخشیوں پر مزید روشنی ڈالتی ہے۔

عن ابی ذر قال دخلت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت اوصنی قال اوصیک بتقوی الله فانه ازین لامرک کله قلت زدنی قال علیک بتلاوة القرآن وذکر الله عزوجل فانه ذکر لک فی السماء ونور لک فی الارض

(مشکوٰة)

"ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ میں نبیؐ کے پاس پہونچا۔ عرض کیا مجھے کچھ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو یہ چیز تمہارے تمام حالات کو درست کرنے والی ہے۔ میں نے کہا کچھ اور فرمائیں۔ آپؐ نے کہا اپنے کو قرآن کی تلاوت اور اللہ کی یاد کا پابند بناؤ تو خدا تمہیں آسمان پر یاد رکھے گا اور دنیا کی تاریکیوں میں یہ روشنی کا کام دیں گے۔"

(سفینۂ نجات ص ۱۹۵)

عن عبد الله بن مسعودؓ قال ان ھذا القرآن مأدبة الله فاقبلوا مأدبته ما استطعتم ان ھذا القرآن حبل الله والنور المبین والشفاء النافع عصمة لمن تمسک به ونجاة لمن اتبعه لا یزیغ فیستعتب ولا یعوج فیقوم ولا تنقضی عجائبه ولا یخلق من کثرة الرد

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا بچھایا ہوا دسترخوان ہے۔ تو خدا کے دسترخوان پر پہونچو جتنی بار پہونچ سکتے ہو۔ بلاشبہ یہ قرآن اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ تاریکیوں کو چھانٹنے والی روشنی ہے اور شفا بخشنے والی فائدہ دینے والی دوا ہے۔ مضبوطی سے تھامنے والوں کا محافظ ہے اور پیروی کرنے والوں کے لئے ذریعۂ نجات ہے۔ یہ کتاب بے رخی اختیار نہیں کرتی کہ اسے منانے کی ضرورت

ہے۔ اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں کہ سیدھا کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ اس کے عجیب معانی کا خزانہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اور یہ ایسا ہے جو کثرتِ استعمال سے پرانا نہیں ہوتا۔

(المنذری بحوالہ مستدرک) (سفینۂ نجات ص ۱۹۲)

دوسری روایت میں قرآن کو دسترخوان سے تشبیہ دے کر یہ حقیقت ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ جس طریقے سے انسان کی زندگی کھانے کی محتاج ہوتی ہے۔ اسی طریقے سے انسان کی روحانی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی شکل میں دسترخوان بچھایا ہے۔ جو لوگ جتنا زیادہ اس دسترخوان سے روحانی غذا حاصل کریں، اتنا ہی زیادہ ان کی روحانیت ترقی کرے گی۔

قرآن کریم کی مخاطب پوری نوعِ انسانیت ہے:-

جس طرح اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا رب اور قرآن دو جہاں، سارے انسانوں کا حقیقی بادشاہ ہے اسی طرح قرآن بھی سارے انسانوں کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ علماء، عام مسلمان، سربراہانِ مملکت حتیٰ کہ غیر مسلمین تک بھی اس کے مخاطب ہیں۔ نیچے کچھ آیات درج کی جاتی ہیں جو قرآن کی آفاقیت پر روشنی ڈالتی ہیں۔

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب

(ابراہیم ۵۲)

یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لیے اور یہ بھیجا گیا اس لیے ہے کہ ان کو اس کے ذریعے سے خبردار کر دیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آجائیں۔

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے۔

وبینٰت من الهدیٰ والفرقان

(البقرہ ۱۸۵)

اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔

"یا ایها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

"لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (البقرہ ۲۱)

"یا ایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا کثیرا ونساء واتقوا الله الذی تساءلون به والارحام ان الله کان علیکم رقیبا۔

(النساء ۱)

لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقاکم ان الله علیم خبیر۔

(حجرات ۔ ۱۳)

لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

یا ایها الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطان

لوگو زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انھیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستے پر نہ چلو وہ تمہارا

انه لکم عدو مبین	کھلا دشمن ہے۔
(البقرۃ ۱۶۸)	

مذکورہ بالا آیتوں سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ قرآن کے مخاطب نہ تو صرف علماء کرام ہیں اور نہ ہی صرف مسلمان ہیں بلکہ دنیا میں بسنے والے سارے انسان ہیں خواہ وہ کسی بھی خطے سے تعلق رکھتے ہوں اب یہ غفلت مسلمانوں کی ہے، خاص طور پر علماء کی ہے کہ وہ اس کی تعلیمات کو دوسروں تک نہیں پہنچا رہے ہیں۔ اور قرآن کو جزدانوں میں بند کرکے الماریوں اور طاقوں کی زینت بنائے ہوئے ہیں۔

قرآن سمجھکر پڑھنا چاہیئے :-

قرآن کی صحیح قدر شناسی اور اس سے ہدایت کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب کہ قرآن غور و فکر کے ساتھ پڑھا جائے بغیر سمجھے قرآن پڑھنے کو کافی سمجھ لینا اور سمجھکر پڑھنے کی طرف توجہ نہ دینا بڑی بدقسمتی اور خسارے کی بات ہے۔

ملت اسلامیہ میں آج زبردست خلفشار ہے اور علمی، فکری اور اخلاقی زوال پایا جاتا ہے وہ سب درحقیقت قرآن کریم کو سمجھکر نہ پڑھنے کا نتیجہ ہے۔ عوام تو عوام خود علماء کا طبقہ بھی قرآن کو سمجھ کر پڑھنے سے نہ صرف یہ کہ گریز کرتا ہے بلکہ اسے قرآن کے ساتھ جسارت اور گستاخی سمجھتا ہے حالانکہ قرآن جگہ جگہ غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور صحیح معنی میں اس کے فیوض و برکات سے ہدایت، اخلاقی و روحانی ارتقاء کا حصول قرآن کو سمجھ کر پڑھنے ہی پر موقوف ہے۔

ذیل میں کچھ آیات و احادیث درج کی جارہی ہیں، جن سے اندازہ ہوگا کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی دین میں کیا اہمیت ہے۔

کتاب انزلنٰه الیک مبارک	یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو
لیدبروا آیاته ولیتذکر	اے نبی ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے

اولوا الالباب	تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور
(ص ۲۹)	عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے نزول کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگ اس کو غور و فکر کے ساتھ پڑھیں اور اپنے اعمال و اخلاق اس کے مطابق بنائیں۔

ولقد یسرنا القرآن	ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے
للذکر فهل من مدکر	آسان ذریعہ بنا دیا ہے پھر کیا ہے کوئی
(القمر ۱۷)	نصیحت قبول کرنے والا

ظاہر ہے کہ قرآن سے نصیحت جس کی طرف یہ آیت ابھار رہی ہے، اسی وقت حاصل کی جاسکتی ہے۔ جب کہ قرآن کو دل کی یکسوئی کے ساتھ سمجھ کر پڑھا جائے بے سوچے سمجھے قرآن پڑھنے سے انسان کے دل پر نہ تو کوئی خاص کیفیت طاری ہوسکتی ہے اور نہ ہی کوئی نصیحت بھی حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن میں ان قوموں کی داستانیں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں، جنہوں نے اللہ کی نافرمانی کرکے دنیا و آخرت کی تباہی مول لی۔ قرآن ہی میں آخرت کے ہولناک مناظر ہیں۔ اہل جہنم کے عذاب اور اہل جنت کے راحت و آرام کی منظر کشی موثر انداز سے قرآن میں کی گئی ہے۔ اب جو شخص بھی تباہ شدہ قوموں کی داستانیں آخرت کے ہیبت ناک مناظر جہنمیوں کی درد ناک حالت کا خوفناک نقشہ اہل جنت کے راحت و آرام کا پرکشش منظر قرآن کی آیات میں دیکھے گا تو لامحالہ اس کا دل خوف خدا سے لبریز ہوگا۔ اس کے اندر انابت الی اللہ کی کیفیت اور بڑھ جائے گی۔

افلا یتدبرون القرآن	کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے یا دلوں
ام علی قلوب اقفالها	پر ان کے قفل پڑے ہوئے ہیں۔
(محمد ۲۴)	

یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو ایمان و اسلام کے تقاضوں

کو پورا کرنے سے گریز کرتے تھے اور ان کی اس منافقانہ خصلت کی وجہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ وہ غور و فکر کے ساتھ قرآن کی تلاوت نہیں کرتے۔ اگر غور و فکر کے ساتھ قرآن پڑھتے تو یہ منافقت ان کے اندر پیدا نہیں ہوتی یا یہ کہ اللہ ہی نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی کہ قرآن کی بات ان کے دلوں کو مخلصانہ ایمان کی طرف موڑ نہیں پاتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مخلصانہ اور شعوری ایمان قرآن سمجھ کر پڑھنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ (نساء ۸۲)

"کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیان پایا جاتا۔

منافقین قول و عمل کے تضاد کا شکار تھے۔ اس پر کہا جا رہا ہے کہ قرآن کے اندر اس کی تعلیمات میں کہیں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا آخر یہ لوگ جو قرآن کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، قول و عمل تضاد کا کیوں شکار ہو گئے، ایسا تو نہیں کہ یہ قرآن غور و فکر کے ساتھ نہیں پڑھتے۔ اگر یہ قرآن غور و فکر کے ساتھ پڑھتے تو قول و عمل کا یہ تضاد ان کے اندر نہ پایا جاتا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصدأ القلوب کما یصدأ الحدید قیل وما جلاءھا قال کثرۃ ذکر الموت وتلاوۃ القرآن۔ (بیہقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں پوچھا گیا زنگ کو دور کرنے کی کیا شکل ہے آپ نے فرمایا موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت۔

ظاہر ہے کہ بے سوچے سمجھے قرآن پڑھ لینے سے یہ فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا۔ دلوں کا زنگ اسی وقت دور ہو سکتا ہے اور قرآن کی آیات انسانی دلوں پر اسی وقت اثر ڈال سکتی ہیں جب کہ پڑھنے والا دل و دماغ کو حاضر کر کے اس کے معنی

و مفہوم کو سمجھتے ہوئے پڑھے۔

مولانا جلیل احسن ندوی فرماتے ہیں: "تلاوت کے معنی عربی زبان میں صرف بے سمجھے الفاظ پڑھنے کے نہیں آتے بلکہ قرآن کے الفاظ پڑھنے، معنی سمجھنے اور عمل کرنے کا نام تلاوت ہے۔ لیکن ہم کیجئے کہ امت کی اکثریت صرف الفاظ پڑھ لینے پر مطمئن ہو گئی ہے۔" (سفینۂ نجات صفحہ ۱۹۶)

عن عبیدۃ الملیکی وکانت لہ صحبۃ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اھل القرآن لا تتوسدوا القرآن واتلوہ حق تلاوتہ من آناء اللیل والنھار وافشوہ وتغنوہ وتدبروا ما فیہ لعلکم تفلحون، ولا تعجلوا ثوابہ فان لہ ثوابا (مشکوٰۃ، بیہقی)

عبیدہ ملیکی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے قرآن پڑھنے والو قرآن کو تکیہ نہ بنانا، دن و رات کے اوقات میں اس کی کما حقہ تلاوت کرنا، اس کے پڑھنے پڑھانے کو عام کرنا، رواج دینا، قرآن کے سوا کسی دوسری چیز کی طرف مائل نہ ہونا اور اس میں غور و فکر کرنا تاکہ تم کامیاب ہو، اس کتاب کے ذریعہ دنیا کے طالب نہ ہونا بلکہ ہمیشہ باقی رہنے والے انعام کے طلبگار رہنا۔

قرآن کو تکیہ نہ بنانا! اس کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن پڑھنے سے غفلت نہ برتنا بلکہ ہمیشہ اس کی تلاوت کرنا، تہجد میں اور تہجد سے الگ بامعنی تلاوت کرنا اور آخری ٹکڑے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو دنیا میں عزت و جاہ اور مال کے حصول کا ذریعہ نہ بنانا۔

(سفینۂ نجات صفحہ ۱۹۶)

اوپر کی حدیث میں خط کشیدہ عبارت کو غور سے پڑھئے اور غور کیجئے کہ یہ حدیث کامیابی کے لئے قرآن سمجھ کر پڑھنے کو شرط قرار دیتی ہے۔ بتایئے کیا مسلمان یہ شرط پوری کر رہے ہیں۔

جب قرآن سمجھ کر پڑھنے کی بات آتی ہے تو مسلمان یہ کہکر مطمئن ہو جاتے

ہیں کہ ہم تو عربی زبان نہیں جانتے ہم قرآن کس طرح سمجھ سکتے ہیں۔ حالانکہ عربی نہ جاننا یہ ناقابل قبول عذر ہے۔ آج بہت ساری قرآن کی تفسیریں اور ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ ان میں سے کسی ایک مستند ترجمہ یا تفسیر کو منتخب کریں اور روزانہ پابندی سے چاہے ایک ہی رکوع ہی "قرآن کا مطالعہ کرتے رہیں۔ جیسے جیسے آپ کا مطالعہ بڑھتا جائے گا ویسے ویسے آپ اپنے اندر اعتقادی فکری اور عملی اعتبار سے ارتقاء محسوس کریں گے۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ عربی جانیں تبھی قرآن سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن ایسا سمندر ہے کہ ہر شخص اس سے سیراب ہو سکتا ہے۔ ایک عربی داں اور ایک عالم اس سے طرح طرح کے نکتے نکال سکتا ہے اور مسائل کا استنباط کر سکتا ہے۔ ایک غیر عربی داں شخص قرآن کے مطالعے سے اپنے ایمان کو جلا دے سکتا ہے۔ خدا کی یاد کو تازہ کر سکتا ہے۔ اپنے ایمان و یقین میں اضافہ کر سکتا ہے۔ ایک ان پڑھ سے ان پڑھ شخص ترجمہ قرآن کسی سے پڑھوا کر سنے گا تو وہ بھی قرآن کی فیض بخشیوں سے محروم نہیں رہ سکے گا۔ قرآن کی آیتیں اس کے سیرت و کردار، عادات اور اعتقاد و اعمال پر بھی اثر ڈالیں گی۔

قرآن کے تعلق سے علماء کی ذمہ داریاں :-

امت اسلامیہ کی تعمیر و ترقی اور اصلاح و تربیت کی ذمہ داری جس طبقہ پر ڈالی گئی ہے وہ علماء کا طبقہ ہے اور تاریخ سے ہمیں یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب علماء نے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کیا تو ملت کی عوام بھی اپنی اصلاح و فلاح کی طرف مائل ہوئی اور ان کے اندر فکری اور عملی اعتبار سے زبردست تبدیلیاں رونما ہوئیں اور جہاں علماء نے اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتنا شروع کیا تو اس کے نتیجے میں عوام اخلاقی علمی اور فکری انحطاط سے دوچار ہوئی۔ اسی لئے قرآن وسنت میں علماء کے اوپر زبردست ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں اور جہاں قرآن

وسنت میں علماء کا بلند مقام و مرتبہ بیان کیا گیا ہے وہیں اپنے فرائض منصبی سے غفلت برتنے کے نتیجے میں انہیں سخت ترین وعید بھی سنائی گئی ہے۔

علماء کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ امت مسلمہ کو قرآن کی طرف بلائیں اور قرآن کی تعلیمات سے انہیں روشناس کرائیں اور ان کے لئے قرآن سمجھنے کے ذرائع کو آسان سے آسان تر بنانے کی کوشش کریں۔ درس قرآن اور اجتماعی مطالعہ قرآن کے حلقے قائم کریں تاکہ ملت کا ہر فرد اپنی بساط کے مطابق کتاب اللہ سے فیض حاصل کر سکے۔

حدیث شریف میں سب سے بہترین مشغلہ اگر کسی چیز کو بتایا گیا تو وہ قرآن کے پڑھنے اور پڑھانے کو بتایا گیا ہے اور سب سے بہترین انسان اس شخص کو قرار دیا ہے جو قرآن کو سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

چنانچہ حضرت عثمانؓ سے مروی ہے۔

خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ (بخاری)	تم میں سب سے بہترین انسان وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

ہمارے علماء کرام کو بنی اسرائیل کے علماء سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ جس طرح سے ان کے اوپر قرآن کی تعلیمات کو عام کرنے کی اور دوسروں کو قرآن سکھانے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اسی طرح علماء بنی اسرائیل پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی تھی کہ لوگوں کے سامنے تورات کی تعلیمات کو عام کریں لیکن انہوں نے اپنی ذمہ داری ادا نہیں کی جس کی بنا پر قرآن انہیں سخت ملامت کرتا ہے۔ سورۂ آل عمران میں علماء بنی اسرائیل کے تعلق سے فرمایا گیا۔

واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ وراء ظہورہم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون ۔ لا تحسبن الذین	ان اہل کتاب کو وہ عہد بھی یاد دلاؤ جو اللہ نے ان سے لیا تھا کہ تمہیں کتاب کی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانا ہوگا۔ انہیں پوشیدہ رکھنا نہیں ہوگا۔ مگر انہوں نے کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور تھوڑی قیمت پر اسے بیچ ڈالا۔

(بقیہ: صفحہ ۷۱ پر)

جاوید علی صاحب

اسلام کے بارے میں غیر مسلم ذہن کی الجھنیں

ذیل کے مضمون میں ہندوستان (خصوصاً ہندی علاقے) کے غیر مسلم ذہن میں اسلام کے سلسلے میں اٹھنے والے سوالات اور ان کے تاثرات کو پیش کیا گیا ہے۔ اس میں ان کا جواب تو نہیں دیا گیا ہے اور کسی ایک مضمون میں یہ ممکن بھی نہیں لیکن غالباً پہلی بار معروضی طریقے سے کسی سروے کے بعد اسلام کے سلسلے کی ذہنی کاوشوں کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک دوسرے کے ذہنوں کو سمجھے بغیر ہندوستان کے دونوں فرقوں کے درمیان تعلقات کی پائیداری بھی شاید ممکن نہیں۔ امید ہے اس مضمون سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔ (ادارہ) ———

یہ سوال اکثر کیا جاتا ہے کہ ہندوستان کا غیر مسلم ذہن اسلام کے بارے میں کیا سوچتا ہے۔ اور اس ضمن میں کیا سوالات، تاثرات، الجھنیں اور شکوک و شبہات اس کے ذہن و دماغ میں پائی جاتی ہیں۔

مندرجہ بالا سوال کسی داعی کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس کو دو پہلو (مثبت اور منفی) سے دعوت کا کام کرنا ہوتا ہے۔

مثبت پہلو :

۱۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات (توحید، رسالت، آخرت) اور ان کے بنیادی تقاضوں سے

واقف کرانا۔

(۲) اسلام کو واحد نظام عدل و رحمت کی حیثیت سے متعارف کرانا (اس میں انسانی مساوات و ہمدردی، مظلوم و پسماندہ لوگوں کے ساتھ تعلق اور امتیازات کے خاتمہ کی کوشش شامل ہے)۔

(۳) یہ بتانا کہ دنیوی فلاح اور اخروی فلاح خالص بندگیٔ رب کی راہ اختیار کرنے میں ہے۔

منفی پہلو :

(۱) شرک و الحاد، سطحی محدود اور ناہموار مذہبی تصورات اور دیگر باطل افکار و نظریات کی تردید اور نفسانیت، اباحیت اور مادہ پرستی جیسے بنیادی اخلاقی امراض کے ازالہ کی کوشش کرنا۔

(۲) اسلام، مسلمانوں اور تحریک اسلامی کے بارے میں غلط فہمیاں اور بدگمانیاں دور کرنا۔

ان کاموں کو انجام دینے کے لئے مدعو کے ذہن سے واقف ہونا بہت ضروری ہے تاکہ اس کی رعایت و ضرورت سامنے رہے۔ اس کے ساتھ راہ کی رکاوٹیں بھی دور کی جاسکتی ہیں اور خود داعی کو بھی اپنی تیاری کا موقع ملتا ہے۔

یوں تو دعوت کا کام کرنے والے اشخاص کو بتدریج خود بہت سی چیزوں کا اندازہ ہوجاتا ہے لیکن تجربات کی منتقلی اس کام کو مزید سہل بنا سکتی ہے۔

حلقہ دہلی و پردیش میں ایک پوسٹل لائبریری دو سال سے زائد مدت سے چلائی جارہی ہے۔ طریقہ کار یہ ہے کہ ہندی اور انگریزی اخبارات میں بہت مختصر سا ایک اعلان دیا جاتا ہے کہ "کیا آپ اسلام کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں — لٹریچر کے لئے درج ذیل پتے پر لکھیں"۔ لائبریری میں آنے خطوط پر کتابوں کا پہلا سٹ بھیجا جاتا ہے اور الگ سے خط لکھ کر مذکورہ سٹ کی روانگی اور لائبریری کے قواعد و ضوابط سے لکھنے والے کو واقف کرایا جاتا ہے۔ روانہ کردہ خط میں یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ مطالعہ کرتے وقت اگر کوئی الجھن یا سوال آپ کے دل میں پیدا ہو یا کوئی بات اسلام کے سلسلے میں پوچھنی ہو

تو آپ بلا جھجک ہم سے پوچھ سکتے ہیں ہم کوشش کریں گے آپ کو اپنے سوالوں کا تسلی بخش جواب مل جائے۔" اس میں یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ ہماری خواہش ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیمات سے آپ واقف ہوں تاکہ مسلمانوں کے کسی غلط طرزِ عمل کی وجہ سے اسلام کے سلسلے میں آپ کو کوئی غلط فہمی نہ رہ جائے۔

پہلے سٹ کی کتابیں درج ذیل ہیں :

انگریزی (۱) محمد — اسلام کے پیغمبر (کتابچہ)

(۲) سلامتی کا راستہ (کتابچہ) (۳) اسلام کا پیغام (کتابچہ)

ہندی سٹ (۱) محمد — اسلام کے پیغمبر (کتابچہ)

(۲) شانتی مارگ (کتابچہ) (۳) اسلام کا سندیش (〃)

(۴) مکتی مارگ 〃 (۵) پریم سندیش (〃)

(مطالعہ کرنے والوں کو یکے بعد دیگرے تین کتب ترتیب سے بھیجی جاتی ہیں)

اخبارات میں اشتہار کے سادہ مضمون کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے لائبریری میں پہلی بار آنے والے خطوط میں عام طور سے کوئی سوال یا اعتراض اسلام کے سلسلے میں نہیں ہوتا۔ بعد کے خطوط میں ہی عام طور سے سوالات یا تاثرات آتے ہیں۔

لائبریری میں آئے ہوئے خطوط کو سامنے رکھ کر یہ جاننے کی کوشش کی گئی کہ ہمارے سامنے برادران وطن اسلام کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ (اس جائزے میں مسلمانوں کے خطوط و سوالات شامل نہیں ہیں)

سوالات :

ان سوالات کو ایک درجن عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا۔ پھر ان عنوانات کو ان کی بنیاد پر چھ گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔ سب سے زیادہ نمبر والے عنوان کو گروپ اول [illegible] ان کے بعد والے عنوان کو گروپ دوم میں رکھا گیا۔ یہی ترتیب آگے بھی چلتی [illegible] گروپ بندی کا انحصار کسی عنوان کے تحت آنے والے سوالات کی تعداد پر ہے یعنی

سب سے زیادہ سوال والے عنوان کو سب سے زیادہ نمبر دیئے گئے۔

گروپ اول :

اس میں صرف ایک عنوان ہے۔ "اسلام میں کٹرپن" بتے سے آئے ہوئے خطوط کے مطابق یہ تاثر سب سے زیادہ پایا گیا۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

مسلمان بہت سخت اور کٹر ہوتا ہے۔ بہت سے بادشاہوں نے زور زبردستی اور ظلم کیا۔ مسلمانوں نے مذہب کے لئے بے گناہوں کو قتل کیا۔ یہ آپس میں (شیعہ، سنی، قادیانی) بھی جھگڑتے رہتے ہیں تو دوسروں کو کیا برداشت کریں گے۔ مسلمانوں کی تاریخ لڑائیوں سے پُر ہے۔ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا۔ اگر نماز ہو رہی ہو تو مسجد کے آگے بینڈ باجے کے گذرنے میں کیا جرم ہے۔ اسلام دوسرے مذاہب کو غلط کہتا ہے کیا یہ خدا کی طرف سے نہیں ہیں!

سوالات کا جائزہ

(الف) ان خیالات کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ تاثرات کا تعلق تاریخ سے ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام سے متعلق غلط فہمیاں پھیلانے میں غلط تاریخ کا کافی بڑا ہاتھ ہے۔ اس لئے اس کی واقعی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں پڑھائی جانے والی تاریخ کی کتب کے مستقل جائزے کے کام کے ساتھ ساتھ اخبارات اور تاریخ کی دیگر کتب میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق غلط حوالوں یا واقعات کا بروقت نوٹس لیا جانا چاہیے۔

(ب) اس میں دوسرا تاثر آنے والے خطوط کے مطابق یہ ہے کہ مسلمان جھگڑالو ہوتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں اور گروہوں میں توسیع ہو — اختلاف کو اپنے حد کے اندر رہنے دیا جائے۔ خاص طور سے شیعہ سنی جھگڑوں کو ختم ہونا ہی چاہیے۔

(ج) صرف آخری سوال اسلام کے حقیقی موقف سے متعلق ہے۔ لوگوں کو ٹھنڈے طریقے

سے اس موقف کی بنیادوں سے آگاہ کرنا چاہیے۔ اور یہ بتانا چاہیے کہ اس کو کن معنوں میں اسلام جبر کو حرام قرار دیتا ہے۔

ان سب سوالات کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بنیاد دینی کم اور غیر مذہبی زیادہ ہیں۔

گروپ دوم

اس کے تحت چار عنوان آتے ہیں۔ چونکہ ہر عنوان کو ما بعد الطبیعات سے تعلق ہے اس لئے ایک ہی گروپ میں یہ سب رکھے گئے ہیں۔

(۱) تخلیق دنیا و کائنات

(۲) پنر جنم اور آخرت

(۳) حدیث

(۴) اسلام کی خصوصیت و فوقیت۔ ان عنوانات کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) تخلیق دنیا و کائنات

اس عنوان کے تحت سوالات کچھ اس طرح کے تھے۔

(۱) کیا کائنات کی تخلیق پہلے بھی ہو چکی ہے۔

(۲) کیا دنیا نے پہلے بھی یوم جزا و سزا دیکھا ہے۔

(۳) تخلیق کا مقصد کیا ہے۔

(۴) دنیا میں سکھ دکھ کیوں بنائے گئے ہیں۔

(۵) ایک قانونی انسان اس دنیا میں کیا کردار ادا کر سکتا ہے یہاں کے جھمیلوں سے تو نکلا ہی ہوگا۔

(۶) دنیا کی تخلیق کیسے ہوئی۔

ان سوالات میں تخلیق اور مقصد کا پہلو پایا جاتا ہے۔ مقصد تخلیق اور زندگی کے دکھ سکھ کا آپسی رشتہ کیا ہے — یہ سوال بھی بار بار کیا گیا۔

(۲) پنر جنم اور آخرت

اس عنوان کے تحت درج ذیل سوالات ملے۔

(۱) پنر جنم اور نظریۂ آخرت میں کون سا نظریہ بہتر ہے۔

(۲) پنر جنم کے تصور کے نہ ہونے سے پیدائشی طور پر امیر، غریب، اپاہج وغیرہ ہونے کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ بلکہ ایک صاحب نے لکھا کہ اس کے بغیر خدا پر ناانصافی لازم آتی ہے۔

(۳) قیامت کب آئے گی اور اس کا وقت کیا ہے۔

(۴) مرنے کے بعد حساب کتاب تک روح کہاں رہے گی۔

(۵) دنیا میں اتنا ظلم اور دکھ کیوں ہے، دیکھا جاتا ہے کہ خدا کے منکر عیش میں ہیں اور نیک لوگ تکلیف میں ہیں۔

یہ سوالات سابقہ عنوان (تخلیق دنیا) سے جڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ان دونوں موضوعات کو جوڑ دیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ سب سے زیادہ سوالات اسی پر آئے۔ اپنی بنیادی نوعیت کی وجہ سے غیر مسلموں میں کام کرنے والوں کو اس پر بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

(۳) حدیث

اس پر عام طور پر یہ سوال آیا کہ حدیث کیا ہے اور کہاں ملے گی۔ یہ بھی پوچھا گیا کہ شریعت کیا ہے؟ قرآن کا تعارف تو ان کے سامنے خدائی کلام کی حیثیت سے آتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درج بالا حقیقت کو قبول کرتے ہوئے وہ حدیث کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ حضورؐ کے اقوال اور کلام میں بظاہر انہیں زیادہ کشش معلوم ہوتی ہے۔ بعض دفعہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ کسی حادثے کے بغیر آپؐ کا کلام چاہیے۔ افسوس ہے کہ غیر مسلموں کو سامنے رکھ کر حدیث کی کوئی جامع کتاب (مختصر یا ضخیم) ہندی زبان میں شاید ہی تیار ہو پائی ہے۔ ہندی میں جو مجموعے پائے جاتے ہیں وہ مسلمانوں کو سامنے رکھ کر ترتیب دیئے

گئے ہیں۔ انگریزی میں کچھ چیزیں ہیں۔

اسلام کی خصوصیت اور فوقیت

اس عنوان کے تحت درج ذیل احساسات سامنے آئے۔

(۱) ہر مذہب اپنے کو افضل کہتا ہے آخری بتاتا ہے آخر سچائی کی پہچان کیا ہے دعوی کا ثبوت مشکل ہے اس لئے صرف دشواری ہی کیا جا سکتا ہے۔

(۲) بنیادی تعلیمات کے ساتھ سماجی اور انفرادی برائیوں کے وجوہ اور اس کا علاج اسلام میں کیا ہے۔

(۳) جو برائیاں ہندوؤں میں ہیں وہی مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ پھر فرق کیا ہے

(۴) مذہب نے جو فرائض ہم پر نافذ کئے ہیں وہ کیوں ہم نظر انداز کر دیتے ہیں اور عمل نہیں کر پاتے۔

(۵) روحانی گہرائی اور تجربات کی باتیں چاہئے۔

ان سوالات کے پیچھے غالباً یہ ذہن ہے کہ مذہب تو سب ایک ہی طرح کے ہیں اور سچائی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں پھر حقیقی فرق کیا ہے؟ اس طرف توجہ کی ضرورت ہے۔

گروپ سوم

اس کے تحت ایک ہی عنوان ہے اور وہ ہے سیرت پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کتاب کا مطالبہ عام ہے۔ الحمدللہ اس موضوع پر جناب رام کرشنا راؤ کے کتابچہ کے علاوہ دو اچھی کتابیں بھی ہندی میں موجود ہیں۔ جو کافی مقبول رہی ہیں۔ ایک ہے مولانا عنایت اللہ سبحانی صاحب کی رسول عربی کا ہندی ترجمہ حضرت محمدؐ اور دوسری کتاب جناب ماہر القادری مرحوم کی در یتیم کا ہندی ترجمہ جس کا انتظار رہتا، انگریزی میں جناب عبدالحمید صدیقی مرحوم اور جناب نعیم صدیقی صاحب کی کتابوں سے کام چل رہا ہے سیرت پاک پر برادران وطن کی الجھنیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) محمدؐ کے نام کے آگے صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی کیا ہیں۔

(۲) توحید کی بات سمجھ میں آتی ہے لیکن حضرت محمدؐ تو انسان تھے پھر ان کا اتنا درجہ کیوں ہے آپ کی خود کیا خوبی تھی۔

(۳) حضرت محمدؐ اپنی روزانہ کی ضرورت بھی پوری نہیں کر پاتے تھے۔ ایسا کیوں تھا۔ جب کہ وہ خدائی احکام پر چلنے والے تھے۔ (غالباً ذہن میں یہ بات ہے کہ وہ خدائی احکام پر چلنے سے مادی خوشحالی آنی چاہیئے تھی)

(۴) بھارت میں کیا پیغمبر آئے تھے؟ اسکتے ہیں۔

(۵) آپ کی ایک سے زیادہ شادیوں کے پیچھے کیا وجہ ہے (اس پر صرف ایک ہی سوال آیا)

گروپ چہارم

اس کے تحت تین عناوین آتے ہیں۔

۔ توحید باری تعالیٰ

(۲) قرآن سے متعلق (جن لوگوں نے قرآن پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا وہ اس میں شامل نہیں)

(۳) نماز

ان سب کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ توحید باری تعالیٰ

اس عنوان کے تحت درج ذیل طرح کے سوالات آئے۔

• اسلام میں خدا کا کیا تصور ہے • ایک صاحب نے سلامتی کا راستہ پڑھکر لکھا کہ جس طرح دنیا میں بادشاہ کے مددگار ہوتے ہیں ویسے خدا کے مددگار کیوں نہیں ہو سکتے۔ ایک خدا ہو اور اس کے کئی مددگار ہوں • ایک صاحب نے ایک فولڈر پڑھکر کہا کہ خدا سے انسان کا تعلق صرف آقا اور غلام کا نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تعلق اس سے زیادہ گہرا و قریبی ہے۔ • اچھائی میں خدا کی تعریف کی جاتی ہے تو برائی میں اس کو برا کیوں نہ کہا جائے۔

ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آج پبلک دعوت دیتے وقت ہمیں اُن نزاکتوں کا خیال رکھنا چاہیئے جن سے غیر مسلم ذہن غلط فہمیوں کا شکار ہو سکتا ہے۔

۲- قرآن

سوالات یہ تھے • قرآن مجید اور قرآن شریف میں کیا فرق ہے • کسی سورہ کے مکہ میں اترنے کا کیا مطلب ہے • کیا یہ قرآن وہی ہے جو حضرت محمدؐ پر اترا تھا • کتاب ہونے کا کیا مطلب تھا۔ ہندوستان میں تو بہت سی کتابیں تھیں۔ شاید عرب میں نہیں تھیں۔ اس لئے یہ نام دیا گیا؟

قرآن حکیم کے ساتھ بہتر ہے کہ "قرآن کیسے پڑھیں" (ہندی) یا انگریزی میں "انٹروڈکشن ٹو دی اسٹڈی آف قرآن" بھی دیا جائے۔

۳- نماز

اس موضوع پر سادہ سا یہ سوال بار بار آیا کہ نماز کیسے پڑھتے ہیں یا اس میں کیا پڑھتے ہیں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے عام طور سے لوگ متاثر ہیں۔ اندازہ ہوا ہے کہ اگر اسلام کی بنیادی تعلیمات کو نماز کے ذریعہ بتایا جائے تو بہت مفید ہو سکتا ہے۔

گروپ پنجم

اس میں دو عنوانات آتے ہیں۔

(۱) موجودہ مسلم سماج

(۲) جانوروں پر رحم

۱- مسلم سماج

یہ عام خیال ہے کہ جب تک مسلم سماج کی مکمل طور پر اصلاح نہیں ہو جاتی۔ اس وقت تک غیر مسلم اسلام کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے لیکن تجربہ بتاتا ہے کہ اُن کے ذہن میں یہ جذبہ بہت کم رہا اگر مناسب طریقہ سے کہا جائے تو نہایت کم آتا ہے۔ اسلام کا مطالعہ کرنے والے غیر مسلموں کے سینکڑوں خطوط کے مطالعہ سے بظاہر یہی معلوم ہوتا

ہے کہ ان کے سامنے مسلم سماج کم ہی آتا ہے اور اس پر کم ہی سوال موصول ہوتے ہیں۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ اسلام پر جو کتابیں بھیجی جاتی ہیں ان میں اسلام اور موجودہ مسلمانوں میں فرق کرتے ہوئے مسلمانوں کی کمیوں اور خرابیوں کا دفع نہیں کیا جاتا۔ بہرحال سوالات چاہے کم آئے ہوں جو باتیں کہی گئیں وہ اپنی جگہ اہم ہیں۔

سوالات اس طرح کے تھے۔

- کیا مسلمان ہونے میں مسلم سماج میں ان کو عزت کا مقام مل سکتا ہے؟
- مسلمانوں میں آپس میں شادیاں نہیں ہوتیں اس لئے ان میں برابری کا دعویٰ بھی جھوٹا ہے؟
- ایک بات یہ بھی کہی گئی کہ ہندو مسلم دونوں سماجوں میں برائیاں ہیں۔ پھر فرق کیا ہے؟

۲- جانوروں پر رحم

اس موضوع پر اصل سوال یہ ہوتا ہے کہ جانوروں کا ذبیحہ قربانی اور گوشت خوری انسانیت اور جذبۂ رحم کے خلاف ہے بلکہ سنگدلی اور تشدد کی علامت ہے۔ یہ خطوط ہندی ہی میں آئے۔ الحمدللہ اس عنوان پر مولانا سید حامد علی صاحب کی اور مولانا فاروق خاں صاحب کی کتاب "دیا بھاؤ اور مانساہار کیوں؟" بہت مفید رہی تھی۔

گروپ ششم

اس گروپ میں متفرق سوالات اور باتیں ہیں جو چند ایک بار سے زیادہ نہیں پوچھے گئے اس لئے اس کا کوئی الگ عنوان دینا بھی مشکل ہے۔ نمبرات کے لحاظ سے بھی اس کا نمبر آخری تھا۔

سوالات اس طرح کے تھے:

• تصوف کیا ہے؟ • علماء کی حیثیت، قبروں کی پوجا • کعبہ اور شیولنگ • کسی بزرگ سے ملاقات اور صحبت میں رہنے کی خواہش تاکہ ان کے نزدیک خدا کا قرب حاصل ہو سکے۔

خلاصہ

۱- اتنے بڑے کثیر آبادی والے اس وسیع ملک میں اسلام کے تعلق سے سوالات اور تاثرات کی تعداد ہزاروں تک ہو سکتی تھی لیکن عملاً دیکھنے کو ملا کہ یہ سوالات

(بقیہ صفحہ ۶۴)

تحریر: عبدالرحمان رافت پاشا

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ

ترجمانی: مولانا اقبال احمد صاحب قاسمی

اس جلیل القدر صحابی رسول نے مجد و شرف کو بچپن سے سمیٹ رکھا تھا۔ صحبت و قرابت اور علم و تقویٰ کے فضائل ان کے وجود میں یکجا ہو گئے تھے۔ اگر ان کی ولادت میں تھوڑی سی تاخیر ہوئی ہوتی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے شرف سے محروم رہ گئے ہوتے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر زاد، امت محمدیہ کے زبردست عالم اور اس کے علم کے بحر زخار تھے۔ وہ دن کو روزہ رکھتے، رات کو بارگاہ خداوندی میں قیام، سجود اور رکوع و سجود میں گزارتے۔ سحر تک توبہ و استغفار میں مشغول رہتے اور خشیت الٰہی سے بکثرت گریہ وزاری کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ کثرت گریہ سے ان کے رخساروں پر اشکوں کے نشانات نمایاں تھے۔

یہ صحابی ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ امت کے ربانی، کتاب اللہ کے عالم، اس کے معانی سے آگاہ، اس کی تہہ میں اترنے والے اور اس کے رموز و اسرار اور حقائق و غوامض کو اچھی طرح سمجھنے والے۔ اس کے علاوہ انھوں نے عام مسلمانوں کے استفادہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار[1] چھ سو ساٹھ حدیثیں بھی روایت کی ہے جن کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے صحیحین میں ثبت کیا ہے۔

ولادت کے بعد ان کی والدہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں، تو آپؐ نے اپنا لعاب مبارک ان کے حلق میں ڈالا۔ اس طرح سب سے پہلی چیز جو ان کے حلق میں گئی

---

[1] یہ حضرت ابن عباسؓ کی کل روایات کی تعداد ہے۔

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک تھا۔ اور اس کے ساتھ حکمت و پرہیزگاری بھی ان کے اندر داخل ہوئی۔

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا۔ — اور جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو بہت زیادہ خیر مرحمت کیا گیا۔

خانوادۂ بنی ہاشم کے اس نونہال نے جب سن شعور کی سرحد میں قدم رکھا اور ہوش و خرد کی آنکھیں کھولیں تو خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں پایا اور انھوں نے اسے اس طرح لازم پکڑ لیا جیسے انسان کی دونوں آنکھیں ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ رہتی ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کا ارادہ کرتے تو یہ ان کے لئے وضو کا پانی لاتے، جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ آپ کے پیچھے نماز پڑھتا اور جب آپ سفر پر روانہ ہوتے تو یہ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھتا۔ غرض سائے کی طرح ہر وقت آپ کے ساتھ لگا رہتا، اور اس کے ساتھ تھا اس کا قلب بیدار، اس کا ذہن صاف اور اس کا غیر معمولی حافظہ جس کے سامنے عصر حاضر کے تمام آلات ضبط و اندراج ہیچ ہیں۔

حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا ارادہ فرمایا، میں نے جھٹ پٹ پانی کا انتظام کر دیا۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ پھر جب آپ نے نماز کا قصد فرمایا تو مجھے اپنی بغل میں کھڑا ہونے کا اشارہ کیا، لیکن میں آپ کی بغل میں کھڑا ہونے کے بجائے پیچھے کھڑا ہوا۔ نماز ختم کرکے آپ نے میری طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا:

"عبداللہ! تم میرے برابر میں کیوں نہیں کھڑے ہوئے؟"

"اے اللہ کے رسول!" میں نے بڑے ادب سے جواب دیا؟ "آپ کی شخصیت میری نظر میں اس سے بہت بلند و برتر ہے کہ میں آپ کے برابر میں کھڑا ہوتا۔"

میرا یہ جواب سن کر آپ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے دعا فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ آتِهِ الْحِكْمَةَ" — خدایا! اسے حکمت و بصیرت عطا فرما۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازا، اور حضرت عبداللہ ابن

عباسؓ کو ایسی حکمت و بصیرت عطا فرمائی جس کے ذریعہ وہ بڑے بڑے علما اور ارباب فہم و بصیرت سے فائق و ممتاز ہو گئے۔

یقیناً آپ ان کی حکمت و دانائی کی ایک جھلک دیکھنا پسند کریں گے۔ اس کے لئے آپ میرے ساتھ اس جگہ تشریف لے چلئے جہاں آپ اپنی پسندیدہ چیز دیکھ سکیں گے۔

جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے اختلاف کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کچھ حامیوں نے اُن سے علیحدگی اختیار کر لی اور ان کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا:

" امیر المومنینؓ! اگر آپ اجازت دیں تو میں اُن لوگوں کے پاس جا کر اس معاملے میں اُن سے گفتگو کروں۔"

" مجھے اندیشہ ہے کہیں وہ تم کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔" حضرت علیؓ نے جواب دیا۔

" انشاء اللہ اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوگی۔" انھوں نے اطمینان سے کہا۔

پھر وہ اُن کے پاس پہنچے۔ وہ لوگ بڑے عابد و زاہد اور نہایت عبادت گذار تھے انھوں نے ایسا... سب سے پہلے اُن سے زیادہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے والے لوگ نہیں دیکھے تھے۔ انھوں نے ان کا پُرتپاک خیر مقدم اور تشریف آوری کا سبب دریافت کیا۔ اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں آپ لوگوں سے گفتگو کرنے آیا ہوں تو ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ان سے گفتگو نہ کرو لیکن باقی لوگوں نے کہا کہ فرمائیے ہم آپ کی باتیں سننے کے لئے تیار ہیں۔ تب حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔

" یہ بتلائیے کہ آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم، اُن کے داماد اور سب سے پہلے ایمان لانے والے شخص، حضرت علیؓ سے کس بات پر ناراض ہیں؟"

" ہم کو ان کی تین باتیں ناپسند ہیں۔" انھوں نے جواب دیا۔

" وہ کون سی تین باتیں ہیں؟" حضرت عبداللہؓ نے دریافت کیا۔

" پہلی بات تو یہ ہے" انھوں نے گنا تے ہوئے کہا، "کہ انھوں نے اللہ کے دین

کے معاملے میں انسانوں کو حَکَم تسلیم کر لیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ انھوں نے عائشہؓ اور معاویہؓ سے جنگ کی لیکن نہ تو انھوں نے مالِ غنیمت پر قبضہ کیا نہ جنگی قیدیوں کو گرفتار کیا اور تیسری بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنے نام سے امیر المومنین کا لقب ہٹا دیا حالانکہ مسلمانوں نے اُن سے بیعت کی تھی اور انھیں امیر منتخب کیا تھا۔"

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے دریافت کیا: "اگر میں آپ لوگوں کی ان باتوں کا جواب کتاب اللہ اور حدیث رسولؐ سے دے دوں تو کیا آپ لوگ اپنے موجودہ موقف کو ترک کر کے امیر المومنین کی مخالفت سے باز آجائیں گے؟"

انھوں نے کہا کہ "اگر ہم آپ کی باتوں سے مطمئن ہو گئے تو یقیناً ہم باز آجائیں گے۔"

" آپ لوگوں کا پہلا اعتراض یہ ہے" حضرت ابن عباس نے فرمایا، "کہ حضرت علیؓ نے اللہ کے دین کے معاملے میں انسانوں کو حَکَم مان لیا۔ تو سنئے، اس سلسلہ میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ	اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، احرام کی حالت میں شکار نہ مارو اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اسی کے ہم پلہ ایک جانور مویشیوں میں سے نذر کرنا ہوگا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں۔

(مائدہ ـ ۹۵)

میں آپ لوگوں سے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ انسانوں کے خون اور ان کی جانوں کی حفاظت اور ان کے درمیان صلح و صفائی کرانے کے لئے انسانوں کو حَکَم مان لینا زیادہ بہتر ہے یا ایک خرگوش کے معاملے میں جس کی قیمت بمشکل چوتھائی درہم ہوتی ہے۔"

انھوں نے کہا کہ "مسلمانوں کو خون ریزی سے بچانے اور ان کے مابین صلح صفائی کرانے کے لئے حَکَم مان لینا زیادہ بہتر ہے۔"

"تو گویا یہ مسئلہ صاف ہوگیا؟" حضرت ابن عباسؓ نے ان سے دریافت کیا۔

ہاں، یہ مسئلہ صاف ہوگیا، انھوں نے جواب دیا۔

"اب رہا آپ لوگوں کا یہ اعتراض" انھوں نے سلسلۂ کلام آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا

"کہ حضرت علیؓ نے جنگ کی مگر انھوں نے جنگی قیدی نہیں پکڑے جیسے کہ رسول اللہؐ نے پکڑے تھے۔ تو کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ اپنی ماں عائشہؓ کو گرفتار کر کے جنگ میں گرفتار ہونے والی دوسری عورتوں کی طرح انھیں اپنے لئے حلال کرو؟ اگر تمہارا جواب اثبات میں ہے تو تم کافر ہوگئے۔ اور اگر تم کہتے ہو کہ وہ ہماری ماں نہیں ہیں تو اس صورت میں بھی تم کفر کے مرتکب ہوئے کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ	بلا شبہ نبی تو اہل ایمان کے لئے ان کی
اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّہٰتُہُمْ	اپنی ذات پر مقدم ہے اور نبی کی
(الاحزاب — ۶)	بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

"تو اپنے لئے ان دو صورتوں میں سے جو چاہو پسند کرلو۔"

پھر انھوں نے دریافت کیا کہ کیا یہ مسئلہ بھی صاف ہوگیا؟

انھوں نے آپ کے جواب سے مطمئن ہوتے ہوئے کہا "ہاں، یہ مسئلہ بھی صاف ہوگیا"۔

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

"رہا تمہارا یہ اعتراض کہ حضرت علیؓ نے اپنے نام سے "امیر المومنین" کا لقب حذف کردیا تو ایسا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس وقت کیا تھا جب آپ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح نامہ مرتب کراتے ہوئے فرمایا تھا کہ لکھو۔

ھٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْہِ مُحَمَّدٌ	یہ وہ صلح نامہ ہے جسے محمد رسول اللہؐ
رَسُوْلُ اللّٰہِ	نے طے کیا۔

تو قریش کے نمائندے نے اعتراض اٹھاتے ہوئے کہا کہ اگر ہم یہ تسلیم کرتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے نہ کبھی آپ سے قتال کرتے۔ آپ محمد رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھوائیے۔" تو آپ نے رہتے ہوئے ان کا یہ جائز مطالبہ تسلیم کرلیا کہ

"وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ	"خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں بھلے
وَاِنْ کَذَّبْتُمُوْنِیْ۔	ہی تم میری تکذیب کرو۔"

اپنی بات مکمل کرتے ہوئے جب حضرت عبد اللہ بن عباس نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارے اس اعتراض کا بھی تشفی بخش جواب مل گیا؟ تو انھوں نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا کہ ہاں، ہم کو پورے طور پر اطمینان حاصل ہوگیا۔"

اس ملاقات اور حضرت ابن عباس کی پُرزور، مدلل اور حکمت وبصیرت سے بھرپور اس گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے بیس ہزار افراد حضرت علیؓ کی طرف واپس آگئے۔ البتہ چار ہزار آدمیوں نے حضرت علیؓ سے عناد ودشمنی اور حق وانصاف سے اعراض کی بنا پر اپنے پچھلے موقف پر اڑے رہنا پسند کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی کم سنی اور نوعمری کے باوجود حصول علم کے ہر ذریعے کو اختیار کیا اور اس راہ میں انتہائی جاں فشانی اور ان تھک محنت سے کام لیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمۂ صافی سے آپ کی زندگی بھر سیراب ہوتے رہے۔ آپ کے وصال کے بعد وہ باقی ماندہ علماء صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے بھرپور استفادہ کیا۔ وہ اپنے شوق علم کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"جب کسی صحابی کے متعلق مجھے معلوم ہوتا کہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ہے تو میں قیلولہ کے وقت دوپہر میں ان کے دروازے پر پہنچ جاتا۔ اور اپنی چادر کو سرہانے رکھ کر ان کے گھر کی چوکھٹ کے پاس لیٹ جاتا۔

اس وقت دوپہر کی تیز اور گرم ہوائیں بہت سا گرد وغبار اڑا کر میرے اوپر ڈال دیتیں۔ حالانکہ اگر میں ان کے گھر کے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگتا

تو مجھے اس کی اجازت مل جاتی لیکن میں ایسا اس لئے کرتا تھا کہ ان کی طبیعت مجھ سے خوش ہو جائے۔ جب وہ صحابی گھر سے نکلتے اور مجھے اس حال میں دیکھتے تو کہتے۔

"ابنِ عمِ رسولؐ! آپ نے کیوں یہ زحمت گوارا کی۔ آپ نے میرے یہاں اطلاع بھجوا دی ہوتی۔ میں خود حاضر ہو جاتا۔"

لیکن میں ان کو جواب دیتا۔

"میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا زیادہ حقدار ہوں۔ کیونکہ حصولِ علم کے لئے صاحبِ علم کے پاس جایا جاتا ہے۔ صاحبِ علم خود طالبِ علم کے پاس نہیں جایا کرتے۔"

پھر میں ان سے حدیث پوچھتا۔"

"وہ طلبِ علم میں جس طرح خاکساری و تواضع سے پیش آتے اسی طرح اہلِ علم و فضل کی قدر و عزت بھی کرتے تھے۔

یہ دیکھئے کاتبِ وحی اور قضاء، فقہ، قرأت اور فرائض میں اہلِ مدینہ کے سب سے بڑے عالم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہاشمی نوجوان عبداللہ بن عباسؓ ان کے سامنے ان کی رکاب تھام کر اور ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر یوں کھڑا ہو جاتا ہے جیسے کوئی غلام اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ ان سے کہتے ہیں۔

"اے رسولِ خداؐ کے ابنِ عم! رکاب اور لگام چھوڑ دیجئے۔"

مگر وہ جواب دیتے ہیں کہ "اسی طرح ہم کو اپنے علماء کا ادب و احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

حضرت زید ان سے کہتے ہیں کہ ذرا آپ مجھے اپنا ہاتھ دکھائیے۔ اور جب حضرت ابن عباس اپنا ہاتھ ان کے سامنے کرتے ہیں تو وہ جھک کر اسے چومتے ہوئے کہتے ہیں۔

"اور ہمیں اپنے نبیؐ کے اہلِ بیت کے ساتھ اسی طرح تکریم و تعظیم کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

وہ طلبِ علم کی راہ میں اپنی سعیِ پیہم کے نتیجے میں مسلسل آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ علم کے بہت اونچے مقام پر پہنچ گئے جس نے بڑے بڑے اہلِ علم کو حیرت زدہ کر دیا۔ حضرت مسروق بن اجدعؒ جن کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ ابن عباس کے متعلق فرماتے ہیں کہ۔

"جب میں ابن عباس کو دیکھتا تو کہتا یہ سب سے خوبصورت شخص ہیں۔ جب وہ بولتے تو کہتا یہ سب سے فصیح ہیں اور جب حدیث بیان کرتے تو کہتا یہ سب سے زبردست عالم ہیں۔"

حضرت ابن عباس جب ان تمام مطلوبہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گئے جنہیں وہ حاصل کرنا چاہتے تھے تو وہ ایک معلم بن گئے اور ان کا مکان مسلمانوں کے لئے ایک یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر گیا۔ جی ہاں! ان کا مکان ہر اس معنی میں یونیورسٹی بن گیا جس معنی میں آج یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ البتہ جامعہ ابن عباس اور ہماری ان جامعات میں یہ فرق ہے کہ آج کی یونیورسٹیوں میں دسیوں نہیں سیکڑوں اساتذہ ہوتے ہیں جبکہ جامعہ ابن عباس کی ساری ذمہ داریاں تنہا ایک استاد کے کندھوں پر تھیں۔ اور وہ خود ابن عباسؓ تھے۔

ان کے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کی ایک ایسی علمی مجلس دیکھی ہے کہ اگر اس پر قریش کے تمام لوگ فخر کریں تو ان کا فخر کرنا بجا ہوگا۔ میں نے دیکھا کہ ابن عباسؓ کے گھر کی طرف چلنے والے سارے راستوں میں لوگوں کا اس قدر ازدحام ہے کہ وہ راستے دوسرے آنے جانے والوں کے لئے بند ہو گئے ہیں۔ میں نے اندر جا کر ان سے لوگوں کے ان کے دروازے پر جمع ہونے کا حال بتایا تو انھوں نے فرمایا کہ وضو کے لئے پانی رکھو تا میں نے ان کی ذرا تعمیل کی۔ انھوں نے وضو کیا اور اپنی نشست گاہ پر بیٹھتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ اور جا کر لوگوں سے کہو کہ جو شخص قرآن اور اس کے الفاظ کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آ جائے۔ میں نے باہر نکل کر یہ اعلان کر دیا۔ اور لوگ بڑی تعداد میں اندر آ گئے یہاں تک کہ پورا مکان اور کمرہ ان سے بھر گیا۔ ان میں سے جس نے جو بھی سوال کیا انھوں نے اس کے

سوال کا اطمینان بخش جواب دیا۔ بلکہ اس کے سوال کے علاوہ انھوں نے مزید بہت سی باتیں بھی بتائیں۔ پھر ان سے کہا کہ اب اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے راستہ صاف کردو۔ یہ سن کر وہ لوگ باہر نکل گئے۔

پھر انھوں نے مجھے حکم دیا کہ باہر جا کر لوگوں سے کہو کہ جو شخص قرآن کی تفسیر اور اس کی تاویلات سے متعلق کوئی سوال کرنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے۔ میں نے باہر نکل کر یہ اعلان کیا اور لوگ بڑی تعداد میں اندر آگئے اور پورا مکان اور کمرہ بھر گیا۔ پھر ان میں سے جس نے جو بھی سوال کیا، انھوں نے اس کا تسلی بخش جواب عنایت فرمایا بلکہ ان کے سوالات کے علاوہ مزید بہت سی باتیں اپنی طرف سے بھی بتائیں اور پھر فرمایا کہ اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے جگہ خالی کردو۔ چنانچہ وہ لوگ باہر چلے گئے۔

انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ جا کر لوگوں سے کہہ دو کہ جو شخص فرائض وغیرہ کے متعلق کچھ استفسار کرنا چاہے وہ اندر آجائے۔ اعلان سن کر پھر لوگ بڑی تعداد میں اندر آگئے اور انھوں نے مختلف سوالات کئے۔ ابن عباسؓ نے ان کے تشفی بخش جوابات دیئے بلکہ ان کے سوالات کے علاوہ مزید بہت سی باتیں بھی بتائیں۔ پھر انھیں باہر جانے کا اشارہ کیا اور وہ سب چلے گئے۔

پھر انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ جا کر اعلان کردو کہ جسے عربی زبان، شعروادب اور کلام عرب کے عجیب اور نامانوس حصوں کے متعلق کچھ دریافت کرنا ہو وہ اندر آجائے چنانچہ بہت سے لوگ اندر داخل ہوئے اور اندر مزید گنجائش نہ رہی۔ ان لوگوں نے جو کچھ پوچھا ابن عباسؓ نے اس کا اطمینان بخش جواب دیا۔ اور ان سوالات کے علاوہ مزید بہت سی باتیں اپنی طرف سے بھی بتائیں۔

راوی کہتا ہے کہ اگر اس پر تمام اہل قریش فخر کریں تو ان کا فخر کرنا برحق ہوگا۔ بعد میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے مختلف علوم کے لئے الگ الگ دن مقرر کر دیئے تاکہ ان کے دروازے پر اتنا ہجوم نہ ہو۔ چنانچہ انھوں نے ہفتے میں ایک دن تفسیر، ایک دن فقہ، ایک دن مغازی، دوسرا ایک دن شعروادب اور ایک دن عرب کے گذشتہ حالات اور ان کی پچھلی جنگوں کے متعلق گفتگو اور سوال و جواب کے لئے مخصوص کردیا۔ جو بھی اہل علم ان کی مجلس میں شریک ہوتا۔ ان کے علم کا معترف ہوتا اور ہر سوال کرنے والا اپنے سوال کا جواب ان کے پاس موجود پاتا ہے۔

علم وفقہ میں کامل ہونے کی وجہ سے خلفاء راشدین کم عمری کے باوجود ابن عباسؓ سے مشکل معاملات اور پیچیدہ مسائل میں مشورہ کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطابؓ کا حال یہ تھا کہ جب بھی ان کے سامنے کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا یا کوئی پیچیدہ معاملہ سر اٹھاتا تو وہ مشورہ کے لئے اکابر صحابہؓ کو بلاتے اور ان کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو بھی طلب فرماتے۔ جب وہ دربار خلافت میں حاضر ہوتے تو انھیں اونچی جگہ پر اپنے قریب بٹھاتے اور ان سے کہتے ہیں اس وقت ایک پیچیدہ مسئلہ سے دوچار ہوں۔ اس کو اور اس جیسے دوسرے مسائل کو تم ہی حل کرسکتے ہو۔ ایک بار تو نوعمری کے باوجود ابن عباسؓ کو آگے بڑھانے اور ان کو اکابر صحابہ کے برابر کرنے کے معاملے میں ان کے اوپر اعتراض بھی کیا گیا۔ مگر انھوں نے یہ جواب دے کر معترض کا منہ بند کردیا۔

اِنَّہٗ فَتَی الْکُھُوْلِ ، لَہٗ	اس نوجوان کے پاس بوڑھوں جیسا
لِسَانٌ سَئُوْلٌ وَ قَلْبٌ	تجربہ ہے اس کے پاس سوال کرنے
عَقُوْلٌ	والی زبان اور سمجھدار دل ہے۔"

حضرت ابن عباسؓ خواص کی تعلیم میں مصروف ہونے کے باوجود عام مسلمانوں کے حق سے غافل نہیں رہتے۔ وہ عوام الناس کے لئے وعظ و تذکیر کی مجلسیں برابر منعقد کیا کرتے تھے۔ ایک بار انھوں نے اپنی ایک مجلس وعظ میں گناہ کا ارتکاب کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اے گناہوں کا ارتکاب کرنے والے! اپنے گناہوں کے انجام سے غافل نہ رہ۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لے کہ گناہ کا نتیجہ خود گناہ سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ارتکاب گناہ کے وقت اپنے دائیں بائیں موجود فرشتوں سے تیرا حیا نہ کرنا گناہ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اور گناہ کرتے وقت ہنسنا، گناہ سے زیادہ خطرناک ہے، حالانکہ تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہے۔ بے شک ارتکاب گناہ میں کامیابی پر تیرا خوش ہونا، گناہ سے بھی زیادہ سخت ہے اور ارتکاب گناہ میں ناکام ہو جانے پر تیرا افسوس کرنا، گناہ سے زیادہ مہلک ہے۔ اور ارتکاب گناہ کے وقت تیرا ہوا سے ڈرنا، جب وہ تیرے پردے کو ہلا رہی ہے۔ اور اس تصور سے کہ خدا تعالیٰ تجھ کو دیکھ رہا ہے تیرے دل میں خوف و اضطراب کی ہلکی سی لہر کا پیدا نہ ہونا ــــ گناہ سے بڑھ کر ہے۔

اے گنہگار! کیا تجھے معلوم ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی کون سی لغزش تھی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جسم اور مال کے سخت ترین امتحان میں مبتلا کر دیا تھا اور وہ صرف اتنی سی کوتاہی ہوئی تھی کہ ایک مسکین مظلوم شخص نے دفع ظلم کے لئے ان سے مدد کی درخواست کی تھی اور انھوں نے اس کی مدد نہیں کی۔"

حضرت ابن عباسؓ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جن کے یہاں قول و عمل میں تضاد پایا جاتا ہے، ان کا طریقہ یہ نہیں تھا کہ لوگوں کو معروف کا حکم دیں اور خود اس پر عمل نہ کریں ــ دوسروں کو منکرات سے باز رہنے کی تلقین کریں اور خود ان کا ارتکاب کریں۔ وہ دن کو بکثرت روزے رکھتے اور راتوں کو قیام کرتے تھے۔

مشہور تابعی عبداللہ بن ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ

"ایک دفعہ میں نے ابن عباسؓ کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ دوران سفر جب ہم کسی منزل پر قیام کرتے تو اور لوگ تو تھکان کی وجہ سے سو جاتے مگر ابن عباسؓ رات کا بڑا حصہ عبادت میں گزارتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک رات کو آیۂ کریمہ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ

؎ موت کی جاں کنی حق لے کر پہنچی یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا (ق ـــ ۱۹)

تَحِيدُ کی تلاوت کر رہے ہیں۔ وہ مسلسل اسی آیت کو پڑھتے اور روتے رہے یہاں تک کہ اسی حالت میں صبح ہو گئی۔"

اس سب کے بعد ہمارے لئے اتنا جان لینا کافی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نہایت خوبصورت اور خوش رو شخص تھے۔ وہ راتوں کو ہمیشہ خدا کے خوف سے روتے رہتے تھے یہاں تک آنسوؤں کی مسلسل روانی سے ان کے نرم و نازک رخساروں پر دو پتلی پتلی نالیاں سی بن گئی تھیں جن کو بعض لوگ جوتے کے تسموں سے تشبیہ دیتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ علم و فضل کے انتہائی بلند مقام پر فائز تھے۔ اس کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک سال خلیفۃ المسلمین حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما حج کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ اسی سال حضرت ابن عباسؓ بھی حج کے لئے عازم سفر تھے۔ اس زمانے میں ان کے پاس کوئی حکومتی عہدہ نہیں تھا۔ اس وقت حضرت معاویہؓ کے جلوس میں ارباب حکومت پر مشتمل ایک ہجوم چل رہا تھا اور ایک مجمع حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ چل رہا تھا جو طالبان علم پر مشتمل تھا اور حضرت ابن عباسؓ کا جلوس حضرت معاویہؓ کے جلوس سے بڑا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اکہتر سال کی عمر عطا فرمائی۔ اس مدت میں انھوں نے دنیا کو علم و فہم اور حکمت و تقویٰ سے بھر دیا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی نماز جنازہ حضرت محمد بن حنفیہؒ نے پڑھائی اور کبار اس وقت موجود صحابہ کرام اور اکابر تابعین نے شرکت کی۔ جس وقت لوگ ان کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے انھوں نے کسی پڑھنے والے کو یہ آیت پڑھتے سنا۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر، ۲۷-۳۰)	اے نفس مطمئن چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔

بقیہ: تعارف و تبصرہ

۵۔ اس ابتدائی کوشش کے بعد اگلا قدم جو کلیۂ جامعہ بنانے سے تعبیر ہے اٹھانا اگرچہ ہر ایک کی ذمہ داری ہے لیکن انجمن طلبہ قدیم اور جامعۃ الفلاح کا اولین اور لازمی فریضہ ہے جس کی ادائیگی بھی نہایت ضروری ہے۔ اللہ انھیں توفیق دے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

طلبہ، ان کے سرپرست اور ذمہ داران مدارس سے

توجہ مطلوب ہے

عبدالبر اثری فلاحی

حضرت شہباز محمد بھاگلپوریؒ جس درسگاہ میں پڑھتے تھے اس کے مالک میں اتنی مالی استطاعت نہ تھی کہ رات کو طلبہ کے لئے روشنی کا انتظام کر سکتے۔ حضرت شہباز محمدؒ نے ایک سبزی فروش سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں رات کو آپ کی دوکان کی روشنی میں مطالعہ کر لیا کروں۔ اس نے اجازت دیدی۔ ایک رات شہر کے دولت مند شخص کے گھر کی کسی شادی کا جلوس اس دوکان کے پاس سے گذرا جس میں رقص و رنگ اور طبل و چنگ کا بندوبست بھی تھا۔ شائقین اس دوکان کے سامنے جمع ہو گئے اور رات کو وہاں ہنگامۂ شادی برپا رہا۔ صبح دوکاندار نے حضرت شہباز سے پوچھا کہ آپ نے اس سے پہلے بھی کبھی ایسی دھوم دھام والی شادی دیکھی تھی؟ تو پتہ چلا کہ وہ رات کو اپنے مطالعہ میں ایسے مستغرق تھے کہ انہیں اس دھوم دھام اور شان و شوکت کا پتہ ہی نہیں چلا تھا۔ دوکاندار کے سوال پر انہوں نے حیران ہو کر کہا کہ "کیسی شادی اور کہاں کی دھوم دھام مجھے تو کچھ معلوم نہیں"۔

(ملخص از جنت الاسلام حصہ ۳، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۶)

شہباز محمدؒ کے نام سے بھاگلپور میں ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں انہوں نے اس علاقے میں دعوت و ارشاد اور اصلاح و تجدید کے میدان میں نمایاں جدوجہد کی تھی آج بھی ان کے اثرات وہاں کے لوگوں پر پائے جاتے ہیں۔ ان کی زندگی کا یہ واقعہ مختلف پہلوؤں سے ہمیں دعوت فکر و عمل دیتا ہے۔

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ روشنی کا انتظام طالب علم کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے اور

جس طرح اہل انتظام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ درسگاہ، اساتذہ اور قیام و طعام وغیرہ کا انتظام کریں ویسے ہی وہ طلبہ کے لئے معقول روشنی کا بھی انتظام کریں کیونکہ اگر یہ انتظام کا حصہ نہ ہو تو طلبہ کا وقت ضائع ہوتا ہے اور طلبہ تعلیمی میدان میں پیچھے رہ جاتے ہیں لیکن افسوس کہ اس وقت عام طور سے مدارس میں اس پر کما حقہ توجہ نہیں دی جاتی کچھ رسمی انداز کا انتظام کر کے اہل انتظام مطمئن ہو جاتے ہیں باقی سب کچھ طلبہ پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور طلبہ کچھ تو شعور کی ناپختگی اور کچھ اپنے نجی حالات کی وجہ سے عام طور سے اس سے غافل ہی رہتے ہیں اور ایسا بھی نہیں کہ ایسا کسی معقول عذر کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ ماضی میں کسی حد تک یہ بات درست تھی کہ نہ مدرسہ کی مالی پوزیشن اچھی ہوتی تھی اور نہ عام طور سے مدارس میں زیر تعلیم طلبہ کے سرپرستوں کی مالی حیثیت ٹھیک ہوتی تھی۔ لیکن کیا آج بھی مدارس یا طلبہ کے سرپرستوں کا وہی حال ہے کہ وہ روشنی کا انتظام کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں؟ جہاں تک میرا مشاہدہ ہے صورت حال ایسی نہیں پھر آخر کیوں توجہ نہیں دی جاتی؟ کیا انہیں نہیں معلوم کہ صرف خواہشوں سے کوئی کام نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے کچھ کرنا پڑتا ہے ورنہ ہر خواہش خواب سے زیادہ کچھ بھی نہیں رہتا۔

ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اگر خدانخواستہ ذمہ داران مدارس یا طلبہ کے سرپرست کسی وجہ سے خواہ وہ غفلت و بے توجہی ہو یا کوئی معذوری روشنی کا انتظام نہیں کرتے ہیں تو اس سے کسی طالب علم کی ذمہ داری ساقط نہیں ہو جاتی ہے بلکہ اپنے طور پر کوشش کرنا اس کی اولین ذمہ داری ہے کیونکہ اگر طلب صادق ہو تو اگر ایک راہ بند ہوتی ہے تو وہ دوسری ڈھونڈ لیتا ہے خواہ اس کی خاطر اسے کتنی ہی پریشانیاں جھیلنی پڑیں۔ آخر تصور کیجئے وہ کون سی چیز تھی جو مولانا شہباز محمدؒ کو سبزی فروش کے دوکان تک لے گئی؟ اور ایک بار نہیں بلکہ مسلسل وہ وہاں جاتے رہے کیا ہم میں سے بھی کوئی ایسا ہے کہ اگر کبھی خدانخواستہ کسی وجہ سے یہ انتظام نہ ہو تو وہ خود کوشش کرے اور دوسری ٹھوکریں کھا کر بھی مقصود حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اگر نہیں تو آخر کیوں...؟ کیا اس کا مطلب یہ نہیں نکلتا کہ ہمارے

اندر جذبہ صادق نہیں ہے؟

یک تیسرا پہلو یہ ہے کہ حصول علم کا کام ایسا نہیں کہ چلتے پھرتے انجام دیا جائے بلکہ اس کے لئے مکمل یکسوئی اور انہماک ضروری ہے کیونکہ ادھر ادھر متوجہ ہونے سے خلل پڑتا ہے اسی وجہ سے آپ یہ دیکھیں گے کہ دنیا میں جتنے بھی علامۃ الدھر گذرے ہیں ہر یک سے حصول علم کی کیفیت دی رہی ہے جس کا ایک نمونہ مولانا شہباز محمدؒ کی زندگی میں ملتا ہے۔ ہم بھی طالب علم ہیں لیکن کیا ہمارے حصول علم کی وہ کیفیت ہے؟ کیا ہمارا یہ حال نہیں کہ کبھی کوئی غیر معمولی آواز یا جہاز کے گذرنے کی آواز سنتا ہیں تو کچھ چھوڑ کر فوراً اس کی طرف راغب ہو جاتے ہیں اور بے فائدہ اپنے قیمتی اوقات اس میں ضائع کر دیں جب کہ اس میں دلچسپی کا کوئی حاصل نہیں ہوتا اب آپ ہی بتائیں کہ کیا اس کیفیت کے ساتھ کوئی علم کے مرتبہ کمال کو پہونچ سکتا ہے پھر آخر آپ کیسے اس کی توقع رکھتے ہیں؟

فضیلت مآب جناب مولانا انعام الدین صاحب مدظلہ و فیضہ چوں از حراست نگران حکومی رستگاری یافتند، انشاء ابیات چند بر سبیل پذیرائی و تہنیت، بر قدم میمنت لزوم شما امروز بشتابی از خامہ ام چکیدہ تقدیم کنم۔ "گر قبول افتد زہے عز و شرف"

ارمغانِ تبریک

(شیخ منصف مبارکپوری غفرلہ)

زِ تمکین بود برز از دست خود پیشم — کہ وقتی می دارم ترا بکوشش دروں
تو مرد سے وقتی جوان سال در کمالات خود — کہ نیست کس بجرات کمال تو اکنوں
نمودی تجھ نمایند اہل فضل و کمال — میانِ ما توانی اکنوں چو ذرہ مکنوں
سلام شوق و تنہائی زمن بگیر بیا — ز فخر می است بباداں بدوش باغ دروں
بحالِ فتح و کشمیر چوں نخواہد بود — ایں جا مکہ ز فیض تو گشت بوقلموں

ایں ارمغانیکہ پیشت نہادہ شد امروز
بصد خلوص برادر ز مصنف ایں مضموں

✿ ایم۔ اے۔ شمسی ؔ دوگھروی ✿

غزل

یہی تو راہ کا ہر پیچ و خم بتاتا ہے
وہ اک چراغ جو ہمت سے ٹمٹماتا ہے

اسے بھی لوگ نہ ٹکڑوں میں بانٹ لیں شاید
فلک پہ چاند جو صدیوں سے جگمگاتا ہے

تمہاری یاد بھلائی نہ جا سکی مجھ سے
وہ کون شخص ہے خود کو بھول جاتا ہے

وہ جس کو فخر ہے طاقت پہ اپنی بازو کی
وہ میرے سامنے آتے ہی کانپ جاتا ہے

جہاں پہونچ کے میں ہر غم کو بھول جاتا ہوں
وہ میرا گاؤں ہے جو دل کو خوب بھاتا ہے

یہ اپنا ملک تو آزاد ہو گیا شمسی
مگر یہ بھوک سے بچوں کو کیوں رُلاتا ہے

دُعا

عطا عابدی

دینے والے میری آنکھوں کو وہ بینائی دے
ہر طرف صرف ترا نور ہی دکھلائی دے

داغ پیشانی کا محشر میں گہر سا چمکے
میرے مولا مجھے وہ ذوقِ جبیں سائی دے

ہر طرف بھیڑ نظر آتی ہے گمراہوں کی
بے ریا تجھ سے مجھے گوشۂ تنہائی دے

میری تحریر سے تقریر کا جادو جاگے
میرے اسلوب کو انداز مسیحائی دے

شوق دے گلشنِ طیبہ کی زیارت کا مجھے
اپنے محبوب سے اک ربطِ شناسائی دے

تجھ سے اس عاجز و ناچار عطا کی ہے دعا
دسترس فن پہ تو افکار میں گہرائی دے

(ابن العلم فلاحی کے قلم سے)

اخبار علمیہ

فراہی سمینار

مولانا حمید الدین فراہیؒ پر ہونے والا سمینار جو گذشتہ سال حالات کی خرابی کی وجہ سے ملتوی ہوگیا تھا امسال انشاء اللہ ۹، ۱۰ر اکتوبر ۱۹۹۱ء مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ میں منعقد ہوگا۔ یہ سمینار وہاں کی انجمن طلبہ قدیم منعقد کرا رہی ہے انشاء اللہ اس میں ملک و بیرون ملک کے نامور اہل علم شرکت فرمائیں گے۔

عالمی کتاب میلہ

حسب سابق یکم تا ۹ فروری ۱۹۹۲ء پرگتی میدان دہلی میں دسواں عالمی کتاب میلہ لگے گا اس سے پہلے مختلف اشاعتی مسائل پر غور کرنے کے لئے ناشرین و طابعین کی ایک میٹنگ بھی ہوگی۔

(خبرنامہ نیشنل بک ٹرسٹ شمارہ جولائی، ستمبر ۱۹۹۱ء)

بابائے اردو سمینار

بابائے اردو مولوی عبدالحق کی خدمات کے اعتراف کے طور پر انجمن ترقی اردو نے ۹ تا ۱۲ر دسمبر ۱۹۹۱ء تک چار روزہ بین الاقوامی سمینار کا اعلان کیا ہے۔ بابائے اردو انجمن کے طویل مدت تک جنرل سکریٹری رہے ہیں۔

(آواز ملک بنارس ۲۹ر اگست ۱۹۹۱ء)

نادر تحفہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی بہت ہی مشہور کتاب "قصص النبیین للاطفال" (بچوں کے لئے انبیاء کرام کے قصے) کا انگریزی ترجمہ حال ہی میں یو کے اسلامک اکیڈمی برطانیہ کی طرف سے شائع ہوگیا ہے۔ مسلمانوں کے قائم کردہ انگلش میڈیم اسکولوں اور انگریزی پڑھنے والے مسلمان بچوں کے لئے ایک نادر تحفہ ہے یہ سلسلہ ہندوستان میں مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹ ندوۃ العلماء لکھنؤ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

(پندرہ روزہ تعمیر حیات ۲۵ر جولائی ۱۹۹۱ء)

تاریخی سرمایہ

مولانا ضیاء الدین صاحب اصلاحی مرتب "معارف" کی "تذکرۃ المحدثین" جلد سوم پہلی بار منظر عام پر آچکی ہے۔ جس کے اندر ہندوستان میں علم حدیث کی اجمالی تاریخ کے ساتھ، ہندوستانی محدثین کا تعارف اور ان کی خدمات بتائی گئی ہیں۔ قیمت ۵۵ روپے ہیں۔ دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

(معارف جولائی ۱۹۹۱ء)

مسلمانوں کی تعلیمی پوزیشن

جناب محمد الیاس ندوی استاذ جامعہ اسلامیہ بھٹکل نے ہندوستانی مسلمانوں کی دینی اقتصادی سیاسی و تعلیمی صورتحال کا ایک جائزہ پندرہ روزہ تعمیر حیات ۱۰ر اگست ۱۹۹۱ء کے شمارے میں پیش کیا ہے اس کے مطابق اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کا موجودہ تعلیمی تناسب اس طرح ہے۔

تعلیم یافتہ مسلم مرد	۱۶٪
" " عورت	۸٪
" ابتدائی اسکولوں کی سطح تک	۳۴٪
" دسویں کلاس تک	۲۴٪
" انجینئرنگ کی سطح تک	۲۶٪
" میڈیسین کی سطح تک	۲۳٪

اسی طرح اخبارات نے حال ہی میں یہ خبر بھی شائع کی ہے کہ پوری دنیا میں مسلمانوں کی شرح تعلیم ۱۵٪ ہے۔

اردو مختصر نویسی کا نیا طریقہ

ایک پاکستانی لکچرر محمد عطاء اللہ خاں نے اردو مختصر نویسی کا نیا طریقہ ایجاد کیا ہے جس کے تحت اردو شارٹ ہینڈ اردو رسم الخط کے مطابق داہنے سے بائیں ہی لکھا جائے گا اب تک رائج شارٹ ہینڈ انگریزی کے رواج کے مطابق بائیں سے دائیں تحریر ہوتا تھا۔

عطاء اللہ خاں اسلام آباد کے ماڈل کالج میں اردو کے لکچرر ہیں اور شارٹ ہینڈ کا نیا طریقہ انھوں نے اپنے ایم فل کے تحقیقی مقالے میں "اردو زود نویسی کا ارتقاء" کے عنوان کے تحت تیار کیا ہے۔ پاکستانی وزارت تعلیم نے زود نویسی کے اس طریقے کو شارٹ ہینڈ کی تعلیم کے اداروں میں سکھائے جانے کی سفارش کی ہے، عطاء اللہ خاں صاحب نے اس سے قبل اردو ٹائپ رائٹر اور ٹیلی پرنٹر کی بورڈ (Key - Board) کے سلسلے میں کئی اصلاحات کی ہیں۔

(سہ روزہ دعوت ۲۵ راگست سنہ ۹۱ء)

فرانس میں اسلامی یونیورسٹی

مسلمانان فرانس نے فرانس میں ایک اسلامی یونیورسٹی کے قیام کا فیصلہ کیا ہے آئندہ نومبر سے یہ ادارہ کام کرنے لگے گا۔ اس میں اسلامیات کے مضامین پڑھائے جائیں گے۔ عربی زبان ذریعہ ہوگی، پیرس سے ۲۰۰ کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ایک مقام نیورس میں یہ اعلان مجوزہ ادارہ کے صدر جناب زہیر محمود نے کیا انھوں نے بتایا کہ یورپی ادارہ برائے علوم انسانی میں فلسفۂ اسلام، تاریخ اسلام اور تہذیب اسلامی سے متعلق علوم کی تدریس ہوگی۔ اس ادارہ میں ایک چار سالہ کورس شروع کیا جائے گا جس میں یورپ میں آباد مسلمانوں کو امامت، استاذ اور دیگر اسلامی مراکز کی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دینے کی تعلیم دی جائے گی۔

یورپ میں اس نوعیت کا یہ پہلا ادارہ ہوگا جس کو نیورس کے قریب سینٹ لیگر ڈی فاگریٹ کے مقام پر قائم کیا جائے گا۔ فرانس کے یونین آف اسلامک آرگنائزیشن نے اس کے لئے زمین کی خریداری کا کام بھی مکمل کر لیا ہے۔

(سہ روزہ دعوت ۲۲ راگست سنہ ۹۱ء)

تعارف و تبصرہ

عبد البر اثری فلاحی

نام کتاب	دینی مدارس اور ان کے مسائل
ناشر	ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح بلریاگنج، اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۱۲۱
کتابت و طباعت	عمدہ
صفحات	۶۳ صفحات
قیمت	تیس روپے
ملنے کے پتے	(۱) ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح بلریاگنج اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۱۲۱
	(۲) مرکزی مکتبہ اسلامی ۱۲۵۳ چتلی قبر دہلی ۱۱۰۰۰۶
	(۳) الکتاب ۱۱ - ۱ - ے یونیک بکس عابد روڈ حیدرآباد ۵۰۰۰۰۱

یہ کتاب دراصل ان مقالات پر مشتمل ہے جو فروری ۱۹۹۱ء میں "انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح بلریاگنج اعظم گڑھ۔ یوپی کی طرف سے منعقد کئے گئے سیمینار بعنوان "دینی مدارس اور ان کے مسائل" میں پڑھے گئے تھے۔

اس موضوع کی نزاکت، اہمیت اور ضرورت کسی سے مخفی نہیں لیکن شدت سے احساس کرنے اور دعوت فکر دینے میں سبقت کرنے پر "انجمن طلبۂ قدیم" قابل مبارکباد ہے۔ فجزاهم اللہ خیر الجزاء۔ اس کی افادیت کا صحیح اندازہ تو پڑھنے کے بعد قارئین خود لگائیں گے لیکن کسی قدر اندازہ ان پیش کردہ مقالات کے عناوین اور پیش کرنے والے محترم

شخصیات کی واقفیت سے بھی ہو سکتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ قرآن کے تعلیمی اور تدریسی مسائل — از محمد فاروق خاں ایم اے انچارج شعبہ ہندی مرکز جماعت اسلامی ہند مترجم قرآن بزبان ہندی

۲۔ مدارس دینیہ اور ان کے مسائل — از محمد ظفیر الدین مفتاحی — مفتی دارالعلوم دیوبند

۳۔ دینی مدارس اور جدید طریقۂ تدریس — از ابوالعرفان ندوی — دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۴۔ دینی مدارس میں تدریس حدیث کے مسائل — از مقتدیٰ حسن ازہری — مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس

۵۔ لڑکیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم کا مسئلہ — از محمد عزیز صاحب الظاہری جامعۃ الصالحات، رام پور

۶۔ دینی مدارس اور عصری علوم — از سید حامد سابق وائس چانسلر، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۷۔ دینی مدارس کی ذمہ داریاں اور برادران وطن — از حبیب الرحمان اعظمی عمری — جامعہ دارالسلام عمرآباد

۸۔ مسلم مدارس اور نصاب تعلیم — از منظور احمد ایم اے، ایس ڈی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

۹۔ دینی مدارس میں نظام تربیت موانع، مشکلات اور حل — از عبدالخالق — صدر مدرس دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ

۱۰۔ فقہی مسالک اور دینی مدارس کی پالیسی — از مجیب اللہ ندوی، مہتمم جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ

ان تمام مقالات کو پڑھنے کے بعد جن اہم پہلوؤں کو میں نے شدت سے محسوس کیا ہے ان کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ کسی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ میرے نزدیک کم و بیش تمام ہی مدارس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان تمام کو اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

۱۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ ذمہ داران مدارس کو یہ احساس ہو چلا ہے کہ ان کے یہاں کچھ خرابیاں اور کمیاں ہیں جن کی اصلاح ہونی چاہیے۔ ابھی احساس کو مسلسل باقی رہنا چاہیے کیونکہ منزل مطلوب تبدیلی ہے نہ کہ محض احساس

۲۔ دوسری چیز یہ کہ آپس میں افادہ و استفادہ کے لئے ان مدارس کا ایک اجتماعی ڈھانچہ ہونا چاہیے۔ دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش ایک کوشش تھی لیکن اس کا دائرہ محدود ہے اور

کوشش کے باوجود کافی حد تک دائرہ ہو گئی لہٰذا ملک گیر سطح پر ایسے اجتماعی نظم کی ضرورت ہے۔

۳۔ مروجہ نظام تعلیم خصوصاً نصاب تعلیم میں حالات و ضروریات کے لحاظ سے تبدیلیاں نہایت ضروری ہیں اور جدید طریقۂ تدریس کے مثبت انداز کو بھی اپنے یہاں جگہ دینی چاہیے وغیرہ۔

۴۔ اب تک کے فارغین نے مصلحین کا کردار زیادہ ادا کیا ہے اور دعاۃ و مبلغین کا کم لہٰذا ہندوستان اور اس ملک کے حالات کے تناظر میں دعوت کے عنصر کو بھی معتدبہ مقام دیا جانا چاہیے۔

۵۔ نئی نسل کی تعلیم و تربیت کے لئے ذمہ داران مدارس، اساتذہ کرام اور طلبہ کے سرپرستوں کے بیچ مطلوب ربط اور تعاون نہیں پایا جاتا جس کی وجہ سے بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں اس کے خاص اہتمام کی ضرورت ہے۔

۶۔ نئی نسل کے ذہنی اعتبار سے کمزور اور متوسط طبقے کے لئے فنی علوم کی طرف توجہ بھی ضروری ہے۔

۷۔ ایسے ذمہ داران، اساتذہ کرام اور کارکنان کی تیاری فوراً ہی ہو جو صحیح معنوں میں مقاصد دینی مدارس کا بھرپور شعور رکھتے ہوں اور اخلاص و دیانت کے ساتھ اس کام کو انجام دیں۔

۸۔ تعلیم نسواں سے بے توجہی اسلامی انقلاب کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ نئی نسل کی اصل تعلیم گاہ اور تربیت گاہ آغوش مادر ہے اس کی اصلاح کی طرف توجہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ مولانا عزیز احمد صاحب الظاہری تو کہتے ہیں کہ "امہات صالحہ کے بغیر امامت صالحہ ناممکن ہے"۔

یہ اور اسی طرح کی اور بھی بہت سی مفید باتیں اس پوری کتاب میں جا بجا موجود ہیں جن سے استفادہ نہایت ضروری ہے بلکہ میری دیرینہ خواہش تو یہ ہے کہ اس کتاب کا جملہ مدارس کے ذمہ داران، اساتذہ کرام اور طلبہ کو مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ وہ اس میں پیش کردہ خیالات کی روشنی میں خامیوں، خرابیوں سے بچ کر اور اصلاحات کو قبول کر کے تعلیم و تعلم کو مزید مفید اور کارآمد بنا سکیں۔

چند امور ایسے ہیں جن کی طرف توجہ مبذول کرانا بھی میں اپنا فرض سمجھتا ہوں توقع ہے آئندہ ان کا خیال رکھا جائے گا۔

۱ — جامعۃ الفلاح جہاں کہ یہ چھپا ہوا ہے اس کی اس میں کوئی نمائندگی نہیں ہے یہ ایک بہت بڑا خلا ہے جسے فال نیک نہیں سمجھا جا سکتا۔

۲ — صفحہ ۲۰ "إني رأيت أحد عشر كوكبا والشمس والقمر رأيتهم لي ساجدين" یوسف آیت ۴ پر نحوی نزاکت پر بحث کرتے ہوئے مولانا فاروق خاں صاحب نے "والشمس والقمر" میں واو کو "حال" کا بتایا ہے جو صحیح نہیں ہے کیونکہ واو حالیہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کے بعد جملہ آئے اور "الشمس والقمر" جملہ نہیں ہے بہت سی تفاسیر سے بھی میں نے رجوع کیا لیکن کسی نے واو کو "حال" کا نہیں بتایا ہے لہٰذا صحیح یہ ہے کہ یہاں واو "معیت" کا ہونا چاہئے کیونکہ اس کے بعد جملہ کی شکل نہیں ہے اور اس سے وہی مفہوم ادا ہوتا ہے جو مولانا پیش کرنا چاہتے ہیں نیز دیگر مفسرین نے بھی یہی بتایا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "کشاف للزمخشری ج ۲ ص ۳۰۳، فتح القدیر للشوکانی ج ۳ ص ۵، تفسیر ابی مسعود ج ۳ ص ۲۵۵۔

۳ — کئی مقامات پر کتابت کی غلطیاں ہیں جن کی اصلاح آئندہ ایڈیشن میں نہایت ضروری ہے کچھ اہم مقامات حسب ذیل ہیں:

صفحہ ۳ ذیلی عنوان "عود علی البدا" غلط ہے "عود علی البدء" ہونا چاہئے،

صفحہ ۹ ذیلی عنوان کے بعد تیسری سطر میں "شہادت" کے بجائے "شبہات" ہونا چاہئے۔

صفحہ ۲۲ کی آخری سطر میں "عالمہ وفاطمہ" غلط ہے "عالمہ وفاضلہ" ہونا چاہئے۔

صفحہ ۱۵۵ چودھویں سطر میں "علمی کم اور نظری و فکری زیادہ" ہے "علمی کم اور نظری فکری زیادہ" ہونا چاہئے۔

۴ — مختلف مقامات میں بہت سے مقامات پر آیات قرآنی اور احادیث کا حوالہ مذکور نہیں ہے اس خلا کو بھی پر ہونا چاہئے۔

(بقیہ صفحہ ۴۲)

مختصر روداد مجلس شوریٰ انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح

منعقدہ: ۱۸، ۱۹ر جولائی ۱۹۹۱ء

۱۸ر جولائی ۱۹۹۱ء بروز پنجشنبہ بعد نماز مغرب جامعہ کے احاطہ میں انجمن طلبہ قدیم کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا، ممبران کے علاوہ کچھ دوسرے حضرات بھی شریک تھے۔ برادرم مقبول احمد فلاحی کے تذکیری کلمات سے کارروائی کا آغاز ہوا، اس کے بعد سابقہ کارروائی کی خواندگی ہوئی اور جائزہ لیا گیا جس کی روشنی میں مختلف فلاحی بھائیوں کو ان کاموں کی یاددہانی کرائی گئی جسے انھوں نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا، اور کچھ احباب کے ذمہ دوسرے نئے کام بھی سپرد کئے گئے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ جلد از جلد انجام دینے کی کوشش کریں گے۔

اس کے بعد گوشوارۂ آمد و صرف پیش کیا گیا اور اس کی روشنی میں آئندہ سال ۹۲-۱۹۹۱ء کے لئے بجٹ پاس کیا گیا جسے پورا کرنے کے لئے ممبران مجلس شوریٰ پر ماہانہ تعاون لازم قرار دیا گیا اور دوسرے فارغین جامعہ سے یہ گزارش کی گئی کہ انجمن کے تعاون کے لئے وہ حسب استطاعت اپنے ذمہ کچھ رقم لیں نیز دوسرے اہل خیر حضرات سے تعاون کی اپیل ہے۔

انجمن کے اجلاس عام کے سلسلہ میں غور کیا گیا اور طے پایا کہ انشاء اللہ آئندہ سال ۱۹۹۲ء میں اکتوبر کے آخر یا نومبر کے آغاز میں اجلاس عام ہوگا جس کی صحیح تاریخ کا تعین بعد میں کر لیا جائے گا۔ اس موقع سے ایک سیمینار بھی منعقد ہوگا جس کا عنوان "ملک و ملت کی تعمیر اور دینی مدارس" ہوگا۔

اجلاس عام کے ذمہ داروں کا انتخاب کر لیا گیا ہے جو اس طرح ہے، ناظم اجلاس عام مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی صاحب، معاون خصوصی ناظم اجلاس مولانا انصار احمد فلاحی صاحب، معاون ناظم مولانا محمد عمران فلاحی صاحب و مولانا مطیع اللہ فلاحی صاحب

اسی اجلاس کے موقع سے انشاء اللہ پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کو انجمن کی طرف سے انعامات بھی دیئے جائیں گے۔

اس کے بعد مجلہ حیات نو کے مسائل پیش ہوئے جس کی روشنی میں طے کیا گیا کہ مدیر حافظ محمد اسمٰعیل فلاحی کے معاون مولانا عبد الرشید فلاحی ہوں گے اور یہ دونوں حضرات مل کر پرچہ نکالیں گے۔ ساتھ ہی طے پایا کہ اس کے لئے ایک منیجر کو جلد از جلد حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

یہ بات بھی طے پائی کہ انجمن نے جامعہ کے لئے جس سامان فراہمی اپنے ذمہ لے رکھی تھی اسے انشاء اللہ اسی سال ششماہی امتحان کے بعد ضرور فراہم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

انشاء اللہ تمام فارغین جامعہ کے پاس ایک فارم بھیجا جائے گا جس کے ذریعہ ان کی ذاتی مصروفیات اور دینی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات مطلوب ہوں گی۔

اس کے بعد تین قرار داد پاس کی گئیں جن میں سے ایک ہمارے ساتھی مولانا ڈاکٹر احسان احمد فلاحی صاحب کے سانحہ ارتحال سے متعلق ہے جس پر لوگوں نے اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ دوسری محترم مولانا عبد المجید ندوی صاحب صدر مدرس مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اعظم گڑھ سے متعلق ہے۔ مرحوم کچھ شر پسندوں کے اچانک حملے کا شکار ہونے اور انتقال ہو جانے پر ممبران شوریٰ نے اپنے دلی حزن و ملال کا اظہار کیا۔

اور تیسری قرار داد محترم مولانا محمد یوسف صاحب سابق امیر جماعت اسلامی ہند سے متعلق ہے۔ مرحوم تحریک اسلامی کے صف اول کے قائدین میں سے تھے۔

ذ محمد فلاحی
سکریٹری انجمن طلبہ قدیم

بقیہ :..... صحیفۂ ہدایت

یفرحون بما اتوا و یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنہم بمفازۃ من العذاب ولہم عذاب الیم۔ (آل عمران ۱۸۸)

کتنا برا کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کو عذاب سے محفوظ نہ سمجھو جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایسے کاموں کی تعریف انہیں حاصل ہو جو فی الواقع انہوں نے نہیں کئے ہیں۔ حقیقت میں ان کے لئے درد ناک عذاب ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو قرآن سے جوڑ دے اور علمائے کرام کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ قرآن کے مطابق اپنی ذمہ داریاں انجام دیں۔

● محمد اسمٰعیل فلاحی

جامعہ کے لیل و نہار

تعزیتی نشست :

۷ جولائی ۱۹۹۱ء کو سابق امیر جماعت اسلامی ہند مولانا محمد یوسف صاحب کے انتقال پر ایک تعزیتی اجلاس منعقد کیا گیا جس میں صدر جامعہ مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی، مولانا محمد ابو بکر صاحب اصلاحی، مولانا محمد عنایت اللہ صاحب سبحانی، مولانا محمد جابر صاحب عمری اور مولانا صغیر احسن صاحب اصلاحی نے اپنے تاثرات و احساسات پیش کئے۔ جگہ کی تنگی کے باعث ہم تفصیلات دینے سے قاصر ہیں، آئندہ کسی شمارے کیلئے اٹھا رکھتے ہیں۔

ذمہ داران جامعہ کی گرفتاری رہائی

اس واقعہ کی بنیاد پر جس کو آپ اداریے میں پڑھ آئے ہیں، ناظم جامعہ، صدر جامعہ اور نگران اعلیٰ کے خلاف پولیس نے سخت دفعات لگا کر گرفتاری کا پروانہ حاصل کر لیا۔ صدر جامعہ ۱۳ اگست کو اور ناظم جامعہ ۲۰ اگست ۱۹۹۱ء کو عدالت میں حاضر ہوئے ۱۷ اگست کو ضمانت پر باہر آئے۔ ۲۸/۸/۹۱ کو پولیس نے عدالت سے ضمانت کینسل کرا دی ۶ ستمبر ۹۱ کو صدر جامعہ و ناظم جامعہ کی ضمانت کے کینسل ہونے کے خلاف اور نگران اعلیٰ کی گرفتاری وارنٹ کے خلاف الٰہ آباد ہائی کورٹ سے اسٹے آرڈر حاصل کیا گیا۔

اساتذہ کی منتقلی

مولانا محمد مرتضیٰ صاحب فلاحی ندوی، ماسٹر عبد المالک صاحب اور ماسٹر ارشد عالم صاحب اپنے اپنے مسائل و حالات کی بنا پر جامعہ سے منتقل ہو گئے ہیں۔ تینوں حضرات اپنی اپنی جگہوں پر حسب سابق تدریس ہی میں مشغول ہیں۔ ان کا پتہ ہے۔ مولانا محمد مرتضیٰ فلاحی ندوی۔ ذہنی، ان دنوں یوم ۱۹۸۹ء ریہ کوٹ۔ بہار

نئی تقرری ماسٹر عبدالمالک صاحب بی پی پد گھوسی مئو یوپی۔ ماسٹر ارشد عالم صاحب۔ مسلم انٹر کالج للا پور بنارس یوپی۔ ایسسٹنٹ انگریزی کے استاد جناب ماسٹر اختر زماں صاحب کی تقرری عمل میں آئی۔ موصوف مبارکپور اعظم گڑھ کے رہنے والے ہیں۔

توسیعی لکچر ۱۰/۷/۹۱ کو جناب ڈاکٹر احمد اللہ صدیقی پی ایچ ڈی انڈیا صدر شعبہ آئی ایم او کے سے جامعہ تشریف لائے۔ موصوف گورکھپور کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے "ابلاغ عامہ" پر ایک لکچر دیا پھر سوال و جواب پر نشست ختم ہوئی۔

امتحان اور تعطیل ششماہی امتحان ۲۶/۹/۱۹۹۱ء بحسن و خوبی ختم ہونے جارہا ہے۔ ۲۰/۹/۹۱ سے تعطیل کا آغاز ہوگا۔ دوبارہ ۹ اکتوبر کو جامعہ کھل جائے گا۔

باب الفلاح جامعہ میں صدر دروازہ کی ضرورت شدت سے محسوس کی جارہی تھی اب یہ تعمیر ہو کر باب الفلاح سے موسوم ہو چکا ہے اور اس پر دو منزلی تعمیر باقی ہے۔

بقیہ: اسلام کے بارے میں غیر مسلم ذہن کی الجھنیں :

بہت کم تھے خطوط کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ مطالبہ کرنے والے آج میں بمشکل ان سے پانچ فیصد افراد ہی سوالات کرتے ہیں یا ذہنی الجھنیں رکھتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑی تعداد اسلام کے سلسلہ میں خالی الذہن ہے اور واقعی وہ سنجیدگی اور صاف ذہن کے ساتھ اس کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

۲۔ وہ موضوعات جن پر سوال کیا جاتا ہے ان کی تعداد بہت مختصر ہے یعنی تقریباً دس عنوانات۔ ان پر تیاری کچھ زیادہ مشکل نہیں۔

۳۔ اسلام پر کافی کچھ کتابیں ہندی اور انگریزی میں موجود ہیں۔ لیکن بعض پہلو یا عنوان ایسے بھی ہیں جن پر اہل علم حضرات کو توجہ کی ضرورت ہے۔ ان پر مختصر کتابچے کے ساتھ علمی چیزیں بھی ان زبانوں میں تیار کی جانی چاہیئے۔

۴۔ اسلام سے متعارف کراتے وقت بنیادی تعلیمات اور اس کے بنیادی تقاضوں کو پیش کرنا چاہیئے۔ حسب موقع و ضرورت دوسرے پہلو لائے جائیں۔ اس کو بہر حال مسلمانوں کے مذہب کے بجائے آفاقی پیغام کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے لایا جانا چاہیئے۔